



بیویاں فقط کام کرنے والی مشینیں نہیں بلکہ.....

اگر بیوی پڑھی ہوئی ہے تو "خدام الدین" اس کو لے جا کر دیا کیجئے، تاکہ اس کی بھی اصلاح ہو جائے

بیویاں اللہ تعالیٰ نے ہم کو فقط اس لیے نہیں دیں کہ ان سے جھاڑو دلوائیں۔ برتن منجوائیں۔ کھانا پکوائیں۔

ان کے متعلق اللہ تعالیٰ ہم سے سوال کریں گے کہ میرا دین بھی ان کو سکھلایا تھا یا نہیں؟ اسی طرح اولاد کے متعلق بھی باز پرس ہوگی

حضرت لاہوریؒ

16.7.78

درسِ حدیث

حضرت العلام نور الحسن صاحب

برادرانِ ملت! گزشتہ درس میں آپ نے غسل کے مسائل سماعت فرمائے۔ آج بھی غسل ہی کے مسائل کا ذکر ہوگا۔ اس روایت کی راویہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض ہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ ایک انصاری خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ جانتے ہیں کہ جو لوگ باہر سے ہجرت کر کے مدینہ گئے انہیں مہاجرین کہا جاتا ہے اور وہاں کے جن مقامی لوگوں نے ان کی دین کے متعلق نصرت اور مدد کی انہیں انصار کہا جاتا ہے۔ تو ایک انصاری خاتون حاضر ہوئی اور پوچھا کہ حضورؐ! جب میں ماہواری سے فارغ ہو جاؤں تو غسل کس طرح کروں؟ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ عام طور پر مردوں کے سامنے اس قسم کے مسائل بیان نہیں کئے جاتے بلکہ خواتین اپنی ضروریاتِ دین سے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں حاضری دیتیں اور دین کے مسائل پوچھتیں۔ آپ نے اُسے غسل کا طریقہ بتایا اور اخیر میں فرمایا کہ دیکھو ایک کپڑا جس پر خوشبو لگی ہو وہ لے لو اور پاک ہو جاؤ اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نہیں سمجھی کیسے پاک ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! بس پاک ہو جاؤ، اور تین مرتبہ آپؐ نے یہ جملہ دہرایا۔ وہ خاتون پھر بھی نہ سمجھی۔ آپ مسئلہ کھول کر اس بناء پر بیان نہیں فرما رہے تھے کہ آخر کو وہ خاتون ہیں اپنے طور پر سمجھ جائے۔

ام المومنین رض حضرت عائشہ صدیقہ رض پاس موجود تھیں انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں سمجھا دوں گی۔ اور پھر علیحدگی میں ام المومنین رض نے اس سے فرمایا کہ خون کا کوئی نشان باقی ہو تو وہاں خوشبو لگا دو تاکہ خون کی جو بدبو ہے وہ جاتی رہے۔ آپ غالباً اس مسئلہ کو سمجھ گئے ہوں گے اور اتنا ہی کھول کر بیان کیا جا سکتا ہے۔

عن ام سلمہ رض

حضرت ام سلمہ رض کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے پوچھا کہ میں بالوں کو گوندتی ہوں۔ اور یہ رواج عرب میں ابتداء سے تھا، آج بھی ہے مجھ پر غسل واجب ہو تو آیا میں مینڈھیوں اور بالوں کو کھول دوں آپؐ نے فرمایا کہ نہیں تین چلّو لے کر سر میں ڈالو جس سے پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد سارے بدن پر پانی ڈالو، سر دھونا ضروری نہیں۔

آپ نے اندازہ لگایا۔ کہ یہ رعایت صرف خواتین کے لیے ہے مردوں کے لیے نہیں۔ یہ مسئلہ اب بہت کم پوچھا جاتا ہے کیونکہ شہروں میں تو بال گوندنے کا رواج نہیں رہا! البتہ دیہاتوں میں اب بھی بال عورتیں گوندتی ہیں۔ اگر بعض مرد اپنے بال گوندتے ہوں جیسے عام طور پر قلندروں کو آپ نے دیکھا ہوگا۔ تو اول ان کا بال گوندنا ہی ممنوع ہے۔ پھر اگر وہ غسل کریں تو جب تک پورے بال نہیں کھولیں گے غسل درست نہیں ہوگا

عن انس رض

حدیث میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ غسل میں کتنا پانی استعمال ہونا چاہیے اور وضو میں کتنا پانی استعمال ہونا چاہیے۔ عام طور پر ہم سردیوں میں وضو کر

باقی صـ۲۶ پر



جلد ۲۳ — ۷ر شعبان ۹۸ — ۱۴ر جولائی ۱۹۷۸ء — شمارہ نمبر ۵

اس شمارے میں

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
[illegible] قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
صاحبزادہ محمد حضروی

۔۔۔ ۶۰ روپے، ششماہی ۳۰/-
سہ ماہی ۱۵/- فی پرچہ ۱/۵۰

پس چہ باید کرد!

لیجئے جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اپنی حکومت کی پہلی سالگرہ کے موقعہ پر اپنی من پسند حکومت کا اعلان کر دیا۔ اس حکومت میں جہاں اور لوگ شریک کئے گئے ہیں وہاں بحیثیت جماعت پاکستان کی خالق جماعت "مسلم لیگ کو بھی موقعہ دیا گیا، جس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم لیگ نے "ملکی مفادات" کے تحت اپنا وزن حکومت کے پلڑا میں ڈالنا مناسب سمجھا۔

جنرل صاحب سیاسی رہنماؤں کا تعاون حاصل کرنے کے لیے ایک عرصہ تک کوشاں رہے۔ پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں سے ان کی متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ لیکن قومی اتحاد کی "معقول شرائط" کے پیش نظر بات نہ بن سکی اور مذاکرات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد انھوں نے گذشتہ ماہ کے اواخر میں ایک دھواں دار تقریر کر کے سیاسی رہنماؤں کو جی بھر کر کوسا اور اپنی من پسند کی حکومت بنانے کا اعلان کر دیا۔ اس تقریر کے بعد ۵ر جولائی کو نتیجہ سامنے آ گیا۔

ان کی کابینہ میں فوجی ہیں، سیاسی لوگ ہیں اور بعض دوسرے حضرات ہیں اور جیسا کہ عرض کیا سیاسی حضرات سارے کے سارے مسلم لیگ سے تعلق رکھتے ہیں جن کی تعداد سات ہے۔ ایک وزیر مملکت ایسے بھی ہیں جو ایک زمانہ میں جماعتِ اسلامی کی ذیلی تنظیم اسلامی جمعیۃ طلبہ کے رکن رکین تھے۔ بعد میں وہ تحریکِ استقلال میں گئے۔ تحریک کے حلقوں میں ان کے جوان جذبوں کی بڑی قدر تھی۔ تحریک کے سربراہ ان سے بڑی توقعات وابستہ رکھتے تھے۔ لیکن لیلائے وزارت کے شوق نے ان پر انکشاف کیا کہ تحریک کے سربراہ اور میری پالیسی میں اختلاف ہے اس لیے انھوں نے تحریک سے استعفیٰ دیدیا۔ یہ الگ بات ہے کہ قبل از وقت استعفیٰ دینے کے باوجود وہ یہ فرماتے ہیں کہ

پبلشر مولانا عبیداللہ انور۔ پرنٹر الٰہی بخش۔ مطبع کاسمو پرنٹرز ۴۸۰ موری گیٹ لاہور

مجھے نیند سے بیدار کر کے تیار کیا گیا (واللہ اعلم) یار لوگ کہتے ہیں کہ لاہور کے ایک "نامور صحافی" جنھیں قرب شاہ حاصل ہونے کا شرف حاصل ہے وہ پس پردہ حرکت کر رہے ہیں اور ان کی وجہ سے ہی یہ صاحب تحریک استقلال سے نکل کر کابینہ تک پہنچے ہیں۔ بہرحال ہمیں اصل افسوس مسلم لیگ پر ہے، جس نے پاکستان بنایا۔ اس جماعت کے لوگ ہمیشہ ہی مختلف جامے بدل کر شریک اقتدار رہے جس پر پاکستان کی تیس سالہ تاریخ گواہ ہے۔ ہر دور میں یہ حضرات ملکی مفادات اور قومی مفادات کے لیے شریک اقتدار رہے۔ حتیٰ کہ بھٹو جیسے آمر مطلق کو بھی ان حضرات نے تعاون بخشا۔ اب جب اقتدار میں شرکت کی بات چلی تو مسلم لیگ کا ایک موثر دھڑا جس کی قیادت چودھری ظہور الٰہی فرما رہے تھے اس حق میں تھا کہ حکومت میں شرکت اختیار کر لی جائے جبکہ لیگ کے جنرل سیکرٹری ملک محمد قاسم اس کے خلاف تھے اور انھوں نے جماعتی فیصلہ پر عملدرآمد روکنے کے لیے جنرل صاحب کو تار بھی دیا تاکہ جنرل کونسل کا اجلاس بلا کر کوئی فیصلہ کیا جا سکے۔ لیکن لیلاتے وزارت کے شوقین حضرات نے ان کا بس نہ چلنے دیا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ اسی اثنا میں میاں طفیل محمد صاحب کی جنرل صاحب سے ملاقات ہوئی تو اس سے بعض لوگوں نے اندازہ کیا کہ قومی اتحاد سے گفتگو کا دور پھر چلے گا اور شاید کچھ دنوں کے لیے سیاسی لوگوں کا مسئلہ ملتوی کر دیا جاتے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ جنرل صاحب نے چند سیٹیں خالی رکھ کر کابینہ کا اعلان کر دیا یار لوگوں نے حلف لے لیا اور محکمے سنبھال لیے بلکہ ان سطور کی تحریر تک بعض وزراء تو استقبالیے بھی تناول فرما چکے ہیں۔

مسلم لیگ کا قدم معمول کے عین مطابق ہے اور جو لوگ اس جماعت کی تاریخ سے واقف ہیں انہیں کوئی حیرانی نہیں ہوگی لیکن ہمیں رہ رہ کر خیال آتا ہے تو اس تاریخ ساز قومی پلیٹ فارم کا جس کو "قومی اتحاد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس اتحاد نے وقت کے سب سے بڑے آمر کے خلاف صبر آزما جنگ لڑی لیکن حصول مقصد سے قبل ہی اس کو یوں بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا جس کی ابتدا ایئر مارشل صاحب نے کی کہ ان کا مزاج ہی عدم استقلال کا آئینہ دار ہے پھر چھ ماہ تک سواد اعظم کی مدعی جمعیۃ علماء پاکستان آنکھ مچولی کھیلتی رہی حتیٰ کہ اس نے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ اور نہ صرف علیحدگی کا اعلان کیا بلکہ ۲۶ جولائی کی رات کو ہی لاہور کے ایک جلسہ میں نورانی صاحب نے اپنی تقریر کے ذریعہ مذہبی منافرت کا بازار بھی گرم کر دیا۔ جس کے عواقب اور انجام سے شاید وہ بے خبر ہیں اور مسلم لیگ نے اپنے طرز عمل سے وہ افسوسناک رویہ اپنایا ہے جس سے کروڑوں لوگوں کے دل زخمی ہوئے۔ بالخصوص بعض سیاسی راہنما جو قوم کی متحدہ کوشش کے پیش نظر بھٹو کی جیل سے رہا ہوئے۔ ان کی اقتدار کے لیے سرگرمیوں نے عوام کو سخت پریشان کر دیا بلکہ ایک حلقہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ اکتوبر ۷۷ء کا مجوزہ انتخاب ملتوی کرانے میں ان پردہ نشینوں کا ہاتھ ہے۔

بہرحال ہم کوئی لمبا چوڑا تبصرہ کئے بغیر اس مرحلہ پر قومی اتحاد کی مابقی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں کو توجہ دلائیں گے کہ وہ صورت حال کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے اپنا رویہ اپنائیں جس سے دکھی اور ستم رسیدہ قوم کا اعتماد بحال ہو سکے اور وہ حصول مقصد کے لیے نئے جذبوں کے ساتھ سفر کر سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر اس مرحلہ پر قومی اتحاد کی مابقی جماعتوں نے بیدار مغزی اور وحدت فکر و عمل کا بھرپور مظاہرہ نہ کیا تو قوم مایوسی کے گڑھے میں گر جائے گی، اور ایسی گرے گی کہ اس کے لیے دوبارہ اٹھنا مشکل ہو جائے گا۔

ہمیں اپنے قائدین کی بلند نظری سے یقین ہے کہ وہ اس نازک موڑ پر قوم کو سنبھالا دیں گے اور ممکن ہوا تو اپنا علیحدہ جماعتی تشخص ختم کرکے ایک مضبوط سیاسی تنظیم میں اپنے آپ کو ڈھال کر

ملک و ملت کی بھرپور خدمت کریگے۔
باقی موجودہ کابینہ جس کا مؤثر حصہ مسلم لیگ ہے وہ ملک و ملت کے بیچے کیا کرتی ہے۔ اس سوال کا جواب وقت خود دے گا۔ جو لوگ اقتدار کی خاطر اصولوں کو قربان کر دیتے ہیں ان کی کارکردگی کا اندازہ مشکل نہیں؟

اللہ رب العزت ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

علو ۱۰/جولائی ۸۵ء

شذرہ

سمندر پار کی طلبہ تنظیمیں

پاکستان میں دنیا کے مختلف ممالک کے بے شمار طلبہ حصول تعلیم کے لیے قیام پذیر ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے جس طرح ملکی طلبہ مختلف پارٹیوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں، یہی حال بیرونی طلبہ کا بھی ہے۔

اس وقت دو درجن کے قریب طلبہ کی تنظیمیں ایسی ہیں جن کے کرتا دھرتا بیرونی ممالک کے تشنگان علوم ہیں۔ ان میں سے چھ کے قریب تنظیمیں تو یونیورسٹی سطح کی ہیں باقی عام ہیں۔ لیکن آپ حیران ہوں گے کہ اتنی ڈھیر ساری تنظیموں میں چار یا چھ ایسی تنظیمیں ہیں جو اسلامی ذہن و فکر رکھتی ہیں۔ بعض دینی ذہن رکھنے والے طلباء اس صورت حال سے سخت پریشان ہیں۔ اور ان کی خواہش ہے کہ تمام طالب علم برادری جو مختلف طبقات میں بٹی ہوئی ہے یہ ایک پلیٹ فارم پر متحدہ ہو جائے اور اپنی صرف ایک تنظیم قائم کرکے وحدت و یگانگت، فکر و عمل کا مظاہرہ کرے۔ ان طلبائے ایم۔ او۔ ایس۔ اے کے نام سے ایک مشترکہ تنظیم کا بیڑا بھی اٹھایا اور اب وہ اس کو منظم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں حکومت اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ تاکہ وفاقی سطح کی تنظیم معرض وجود میں آسکے۔ وہ چاہتے ہیں کہ حکومت اس وفاقی اسلامی تنظیم کو باقاعدہ تسلیم کرے تاکہ پاکٹ قسم کی یونین اور جماعتیں اپنے آپ ختم ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں حکومت پاکستان کے مختلف ذمہ دار اداروں اور حضرات سے خط و کتابت کی جس میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر وزارت تعلیم، وزارت مذہبی امور وغیرہ شامل ہیں۔ یہ دینی ذہن رکھنے والے طلبہ چاہتے ہیں کہ چونکہ بیرونی ممالک میں پاکستانی طلبہ کی باقاعدہ تنظیمیں ہیں۔ اور پاکستانی آئین کی دفعہ نمبر ۱۷ میں بیرونی طلبہ کو تنظیم کا حق حاصل ہے۔ اس لئے اس حق کو سلب تو نہیں کیا جا سکتا لیکن صحیح رخ پر ضرور ڈالا جا سکتا ہے۔

ان طلبہ نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ بیرونی دنیا کا ہر ملک اپنے یہاں زیر تعلیم، بیرونی طلبہ کو اپنے افکار و نظریات سے باقاعدہ آگاہ کرتا ہے۔ لیکن پاکستان میں بیرونی طلبہ کو اسلام کی ٹھوس اور صحیح تعلیم سے آگاہ کرنے کے لیے کوئی انتظام نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان طلبہ کو شکار سمجھ کر ہر کوئی شکار کر لیتا ہے ان طلبہ نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ بیرونی طلبہ کے وظائف میں معقول اضافہ کیا جائے اور ان سے رابطہ پیدا کرکے ان کے باقی مسائل کو بھی احسن طریق سے حل کیا جائے۔

ان طلبہ نے اس پر بطور خاص افسوس کا اظہار کیا کہ بیرونی دنیا کے سینکڑوں طلبہ یہاں کے دینی مدارس میں زیر تعلیم ہیں لیکن انہیں رتی بھر مراعات حاصل نہیں۔ اس کے علاوہ ان طلبہ کی یہ بھی خواہش ہے کہ تعلیمی درسگاہوں میں داخلہ کے سلسلہ میں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔

ہماری رائے میں یہ تمام مطالبات اس قابل ہیں کہ ان پر سنجیدگی سے توجہ دی جائے اور حکومت کے ذمہ دار افراد ان کے حل کی طرف عملی پیش رفت کریں۔ طلبہ کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اور بیرونی طلبہ تو ہمارے مہمان بھی ہیں۔ ان کی دل جوئی ہمارا فرض ہے ہمیں امید ہے کہ ارباب حکومت فوری طور پر توجہ دینگے۔

ضروری اعلان

گذشتہ ہفتہ مجلس ذکر کے موقعہ پر حضرت اقدس نے تقریر نہیں فرمائی بلکہ مولانا منظور احمد چنیوٹی ناظم جمعیۃ علماء اسلام پنجاب نے مختصر خطاب فرمایا۔

مولانا چنیوٹی جو یورپ و افریقہ کے دورہ پر جانے والے تھے حضرت اقدس سے ملنے اور دعا کروانے تشریف لائے تھے (اب وہ جا چکے ہیں) مولانا چنیوٹی نے اپنی مختصر تقریر میں عقیدہ ختم نبوۃ کی وضاحت فرمائی اور مرزائیت کے مالہ و ماعلیہ پر گفتگو فرمائی ——— (ادارہ)

دعائے مغفرت کی درخواست

جناب حسین چودھری چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ لاہور کی اہلیہ پچھلے دنوں انتقال کر گئیں مرحومہ اپنے خاوند سمیت حضرت لاہوری قدس سرہٗ سے بیعت تھیں اور حضرت از رہ شفقت ان کے یہاں تشریف بھی لے گئے تھے۔

مرحومہ نیک سیرت پابند صوم و صلوٰۃ تہجد گزار تھیں۔ دو مرتبہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ——— (ادارہ)

شبِ براءت اور ہمارا طرزِ عمل

جانشینِ شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم

بعد از خطبۂ مسنونہ !

اما بعد ! فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوا لَیْلَھَا وَصُوْمُوا یَوْمَھَا ۔ الخ

محترم حضرات ! شعبان المعظم کا مہینہ سن ہجری کا آٹھواں مہینہ ہے، اس کی درمیانی رات پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق انتہائی بابرکت اور عظمت والی ہے، وقت سے پہلے اس سلسلہ میں خطبہ کی یوں ضرورت پیش آئی کہ "خدام الدین" میں بر وقت شائع ہو جائے اور وہ لوگ جو شریک خطبہ نہیں ہوتے اور ان تک خدام الدین پہنچتا ہے وہ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

قرآن حکیم اور شب براءت

اس رات کا تذکرہ قرآن حکیم میں ہے یا نہیں ؟ گو کہ بعض حضرات نے سورۃ دخان کی ایک آیت اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ الخ کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد یہی شب ہے۔ لیکن جمہور مفسرین و علماء کی رائے میں اس سے مراد رمضان کی لیلۃ القدر ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیر اور امام نووی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ البتہ احادیث صحیحہ کے اندر اس سلسلہ میں کافی مواد موجود ہے اور حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر خدا کے ارشادات بھی ہمارے لیے واجب الاتباع ہیں، قرآن حکیم نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہی قرار دیا کہ "ان کی اللہ کے حکم سے پیروی کیجائے" (نساء) مزید سورۃ حشر کے اندر فرمایا کہ :

"اللہ کے رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ"۔

اس لیے نبی کریم علیہ السلام کے ارشادات طیبات کا بھی مسلمانوں کے لیے ماننا ازبس ضروری ہے۔

احادیث اور شب براءت

ایک تو وہ حدیث ہے جس کا ایک ٹکڑا ابتداء میں نقل ہوا۔ اس کو امام ابن ماجہؒ نے نقل فرمایا ہے اور اس کے راوی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ ہیں۔ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی کا مطلب ہے کہ :

"جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس میں قیام کرو (نماز وغیرہ پڑھو) اور دن کو روزہ رکھو۔ کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلّی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے آسمانِ دنیا پر ظاہر ہوتی ہے۔ پس ارشاد ہوتا ہے، خبردار کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اسے بخش دوں، کوئی رزق لینے والا ہے کہ اسے رزق دوں، کوئی مصیبت زدہ ہے اسے چھڑا دوں، کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے ؟ طلوع صبح صادق تک اللہ تعالیٰ یہی آواز دیتے رہتے ہیں"۔

ایک دوسری روایت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جس کو امام ابن ماجہؒ نے ہی نقل فرمایا، اس میں اللہ تعالیٰ کے اس رات میں طلوع فرمانے کا تذکرہ ہے اور مزید فرمایا گیا کہ "مشرک و کینہ ور کے سوا اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو بخش دیتے ہیں"۔

ایک روایت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے جس کو امام ترمذیؒ نے نقل فرمایا، اس میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ :

"ایک رات جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو تلاش شروع کی، حتیٰ کہ آپ بقیع (مسلمانوں کا قبرستان) میں ملے، آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ کیا تمھیں اپنی باری کے تلف ہونے کا ڈر تھا؟ تو میں نے کہا کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ کسی دوسری اہلیہ محترمہ کے یہاں تشریف لے گئے ہیں؟ تب آپ نے فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب حضرت حق نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ کلب (عرب میں اس قبیلہ کی بکریاں سب سے زیادہ تھیں) کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے بھی زیادہ لوگوں کو بخشش دیتے ہیں۔ (تو گویا میں یہاں اہلِ قبور کے لیے دعا کرنے آیا تھا۔)"

ایک اور روایت امام بیہقیؒ نے نقل فرمائی، اس کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے، اس طویل روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ اس رات میں کیا ہے؟ انھوں نے پلٹ کر پیغمبر خدا سے سوال کیا، تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال میں پیدا ہونے والا بچہ اور مرنے والے کا نام لکھا جاتا ہے، اسی رات میں ان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔ تب حضرت عائشہ نے فرمایا، کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنّت میں داخل ہو سکے۔ پھر آپ نے بھی یہی جملہ فرمایا، بلکہ تین مرتبہ۔ تب حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ بھی؟ فرمایا ہاں، میں بھی نہیں جا سکوں گا، تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ آپ نے یہ کلمہ تین دفعہ فرمایا۔

احادیث کا خلاصہ

ان احادیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس رات میں بکثرت عبادت اور دن میں روزہ کا عمل حضور علیہ السلام کا پسندیدہ عمل ہے۔ دوسرے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مغرب سے تجلّی الٰہی کا نزول ہو کر صبح تک رہتا ہے اور ضرورت مندوں کو بلایا اور پکارا جاتا ہے کہ آؤ اور درِ کریم سے اپنی ضرورتیں پوری کروا لو۔

تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ساری مخلوق کی اللہ تعالےٰ بخشش فرما دیتے ہیں سوائے ان طبقات کے:

الف: مشرک، جو بقول حضرت لاہوری قدس سرہٗ اللہ تعالیٰ کے حقوق بندگی دوسرے کو دیتا ہے۔ اس مختصر جملہ میں حضرت نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا۔ اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا، عبادات، نذر و نیاز، غیر کے لیے کرنا غیر کا قانون و حکم ماننا سب اس میں شامل ہے۔

ب: کینہ ور کی بھی بخشش نہیں ہو گی۔

چوتھی بات جو معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ رات کے کسی حصّہ میں آپ قبرستان تشریف لے گئے ہمیں بھی جانا چاہیے۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس رات میں آئندہ سال پیدا ہونے والوں اور مرنے والوں کی فہرست لکھی جاتی ہے۔ انسانی اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور انسانوں کے رزق نازل ہوتے ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ جو فرشتے ان کاموں پر متعیّن ہیں یہ کام ان کے سپرد کر دیتے جاتے ہیں گویا یہ سالانہ بجٹ کی رات ہے۔

اور آخری بات یہ کہ کوئی آدمی اللہ کی رحمت کے بغیر جنّت میں نہ جاسکے گا۔ جو مقام رضا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کو اپنی عبادت و بندگی پر ناز نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب توفیقِ الٰہی کا ثمرہ ہے۔ ع

میری طلب بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

خلاصۂ کلام

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ ربّ العزّۃ

کو راضی کیا جائے ، اس سے مغفرت طلب کی جائے ، گناہوں کی معافی مانگی جائے اور اس سے اپنا معاملہ صاف کر لیا جائے ، لیکن صورتحال ہے کیا ؟ اس پر کسی تبصرہ کی چنداں ضرورت نہیں ، پوری قوم الا ماشاء اللہ لھو و لعب اور کھیل کود کا شکار ہے ۔ یوں تو ہر دن اور ہر رات کھیل تماشہ کی نظر ہو جاتی ہے ، لیکن یہ مبارک رات جو اپنے جلو میں رحمتِ حق کا پیغامِ خاص لے کر آتی ہے اور جس میں حضرتِ حق ضرورت مندوں کو خود بلا بلا کر توجہ دلاتے ہیں ، اس میں یہ کھیل تماشہ اپنے جوبن پر ہوتا ہے ۔ انواع و اقسام کے مرغن کھانے ، بالخصوص حلوہ بھی اس رات کا لازمی حصہ بن چکے ہیں ۔ اور آتش بازی کی قبیح و مکروہ رسم اس پر مستزاد ہے ۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا سے ہر قسم کی بدعملی ختم کرنے تشریف لاتے تھے ان کے نام لیواؤں کا یہ طرزِ عمل کہ بلامبالغہ لاکھوں روپیہ اس آتشبازی کی نظر ہو جاتا ہے ، وقت کا الگ ضیاع ہوتا ہے اور آئے سال کے حوادث کے پیشِ نظر انسانی جانیں الگ ضائع ہوتی ہیں ۔ لیکن اللہ رب العزت نے کھیل کود اور اسراف سے سختی سے منع فرمایا اور اسراف و تبذیر بالفاظ دیگر فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ۔ سورۃ مدثر کے اندر اہلِ جنت و جہنم کے مکالمہ کا ذکر ہے کہ اہلِ جنت اہلِ جہنم سے پوچھیں گے کہ تمہیں کونسی چیز جہنم میں لے گئی ۔ وہ لوگ نماز نہ پڑھتے ، مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے اور دین کو کھیل تماشہ بنانے والوں کی رفاقت کا ذکر کریں گے ۔ کتنا سنگین جرم ہے جس کا آج پوری قوم شکار ہے ۔

اربابِ حکومت کا فرض

اربابِ حکومت کو اس طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ آپ کے پاس اقتدار و حکومت اللہ کی امانت ہے اور بحیثیت حکمران آپ کے فرائض اقامتِ صلوٰۃ ، ایتاءِ زکوٰۃ ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں ۔ لیکن افسوس کہ آپ کی اس طرف قطعاً توجہ نہیں ، اقامتِ صلوٰۃ کا اہتمام تک نہیں ۔ حالانکہ ہونا یوں چاہیئے کہ اس سلسلہ میں باقاعدہ قانون نافذ ہو ، سرکاری اہل کار اس کے سختی سے پابند کیے جائیں ۔ اور نماز نہ پڑھنے والوں پر تعزیر نافذ کی جائے ۔ اس کے بعد ایتاءِ زکوٰۃ کا اہتمام کیا جائے اور سیدنا صدیق اکبرؓ کی طرح اس معاملہ میں لیت و لعل کرنے والوں کے خلاف جنگ و جہاد کیا جائے ۔ اس کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا باقاعدہ اہتمام ہو کہ حکمرانوں پر منکرات اور برائیوں کا شکار بہت زیادہ ضروری ہے ۔

چونکہ ہمارا طرزِ عمل دینی اعتبار سے صحیح نہیں ، اس لیے پورا معاشرہ جرائم اور برائیوں کا شکار ہو چکا ہے اور ہر آدمی اس کا پریشان ہو کر ذکر کرتا ہے ۔ لیکن اصلاح ندارد !

حکمرانوں کے ساتھ عوام کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں ۔ رب کائنات کا بار بار حکم ہونے کے باوجود نماز و زکوٰۃ جیسے بنیادی فرائض کے لیے حکومتی احکامات کی انتظار چہ معنی دارد ؟

یہ صحیح ہے کہ اس معاملہ میں حکومت کی ذمہ داری اپنی جگہ ہے لیکن عوام کی ذمہ داری اپنی جگہ ہے ۔ اسی طرح خود اور اپنی اولاد کو اسراف ، فضول خرچی اور کھیل کود سے بچانا ہمارا فرض ہے ۔

اس سے جہاں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی ہوتی ہے وہاں معاشی طور پر جو نقصان ہوتا ہے اس کا کسی کو اندازہ نہیں ۔ میں یہ بات بلاخوفِ تردید کہوں گا کہ مسلمان قوم کی فضول خرچیاں چاہے وہ شادی بیاہ کے موقع پر ہوں یا دوسری تقریبات پر ، انھوں نے اس قوم کو کنگال کیا اور یہ قوم سود در سود کی جکڑبندیوں میں جکڑی گئی ۔ صاحبِ حیثیت و جائداد لوگوں کی جائدادیں ان کی بھینٹ چڑھ گئیں اور دوسری قومیں اس معاملہ میں بازی و سبقت لے گئیں ۔

اس لیے میں آخر میں آپ سے اور حکومت سے کہوں گا کہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں اور تعمیرِ قوم و وطن کے ساتھ اپنی آخرت سنوارنے کی فکر کریں ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاحِ احوال کی توفیق دے ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا گورنروں کے نام

اہم ترین مکتوب

مرسلہ: محمد سعید اسعد ملتانی

عثمان بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے بعض گورنروں کو یہ خط لکھا:۔

امّا بعد! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم میں کوئی برائی ظاہر ہو اور اس قوم کے نیک لوگ اس پر روک ٹوک نہ کریں۔ پھر اللہ تعالٰی نے اس قوم کو کسی عذاب میں نہ پکڑا ہو۔ یہ عذاب کبھی اللہ تعالٰی کی جانب سے براہ راست آتا ہے اور کبھی اس کے بندوں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور لوگ اللہ کی گرفت اور سزا سے اسی وقت محفوظ رہتے ہیں جب تک کہ اہلِ باطل کو دبا کر رکھا جائے اور گناہ علانیہ نہ ہونے پائیں۔ لوگوں میں یہ صلاحیت ہو کہ جونہی کسی سے ارتکاب حرام کا ظہور ہو تو فوراً اس سے انتقام لیں۔ لیکن جب محارم کا ارتکاب کھلے بندوں ہونے لگے اور معاشرے کے نیک اور صالح افراد بھی روک ٹوک کرنے میں تساہل کریں تو آسمان سے زمین پر عذابوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ گنہگاروں پر بھی اور تساہل پسند دینداروں پر بھی اس وقت توقع رکھنی چاہیے کہ یہ مداہن دیندار بھی ان ہی کے ساتھ ہلاک ہو کر رہیں گے اگرچہ وہ گنہگاروں کے خلاف تھے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے اپنی نازل کردہ کتاب میں جہاں ایسے عذاب کا ذکر فرمایا وہاں میں نے یہ نہیں سنا کہ ایک کو ہلاک کر دیا ہو اور ایک کو بچا لیا ہو بجز ان لوگوں کے جو برائی سے روکتے تھے۔ اگر بالفرض اللہ تعالٰی گنہ گاروں کو نہ تو آسمانی عذاب سے پکڑے نہ بندوں کے ہاتھوں کوئی عذاب نازل کرے، تب بھی یہ ضرور ہو گا کہ اللہ تعالٰی ان محارم میں مبتلا لوگوں پر خوف و ہراس اور ذلّت مسلّط کر دے گا۔ بسا اوقات ایک فاجر سے دوسرے فاجر کے ذریعہ اور ایک ظالم سے دوسرے ظالم کے ذریعہ انتقام لیتا ہے۔ پھر دونوں فریق اپنے اعمالِ بد کے ساتھ جہنم رسید ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی پناہ کہ ہم ظالموں سے مداہنت برتنے والے نہیں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے ہاں بدکاری عام ہو رہی ہے اور فاسق و بدکار شہروں میں مامون اور بے خوف ہیں اور وہ علانیہ محارم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ تعالٰی کو بہت ناپسند ہے اور وہ اس پر چشم پوشی کو برداشت نہیں کرتا۔ یہ چیز ان لوگوں میں علانیہ ظاہر نہیں ہوتی تھی جنہیں اللہ تعالٰی کا ادب و احترام تھا اور وہ اسی کی غیرت سے ترساں و لرزاں تھے وہ اہل فجور سے معزز بھی تھے اور تعداد میں زیادہ بھی یہ تمہارے سلف کا راستہ نہیں نہ اس کے ذریعہ اللہ کی نعمت تم پر پوری ہوئی بلکہ تمہارے سلف کافروں پر سخت اور باہم شفیق تھے، مومنوں کے سامنے پست اور کافروں پر غالب تھے۔ وہ اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

بخدا! جہاد فی سبیل اللہ ہی کا ایک شعبہ اہل محارم پر ہاتھ اور زبان سے سختی کرنا اور ان کی خاطر مشقتیں برداشت کرنا بھی ہے، خواہ وہ باپ بیٹے ہوں یا قبیلے اور برادری کے لوگ، اللہ تعالٰی کا راستہ اس کی فرمانبرداری ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ ملامت کے اندیشہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سستی کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں خوش اخلاق

بے تکلف اور اپنی فکر کرنے والا سمجھیں مگر یہ اللہ کے نزدیک خوش اخلاق نہیں بداخلاق ہیں۔ اور انہوں نے اپنی فکر نہیں کی۔ بلکہ اپنے آپ سے پشت پھیر لی ہے اور یہ تکلف سے بری نہیں بلکہ اس میں بری طرح گر چکے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم سے جو حالت ان کے لیے تجویز کی تھی اسے چھوڑ کر انہوں نے دوسری روش اختیار کر لی ہے۔ ہاں بہت سے لوگوں کی زبان پر ایک آیت بار بار آتی ہے جسے وہ بے محل پڑھتے ہیں اور اس کی غلط تاویل کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد :-

یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا ھتدیتم -

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

بلاشبہ حق تعالےٰ کا ارشاد حق ہے۔ کسی گمراہ کی گمراہی ہمارے لیے مضر نہیں جبکہ ہم ہدایت پر ہوں نہ کسی کی ہدایت ہمارے لیے مفید ہے جب کہ خدانخواستہ ہم گمراہ ہوں۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا مگر جو چیز خود ہماری ذات پر اور ان لوگوں پر لازم ہے اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بھی تو شامل ہے یعنی کچھ لوگ جب حرام کا ارتکاب کریں تو خواہ وہ کوئی سے ہوں اور کہیں رہتے ہوں مگر لازم ہے کہ ان سے انتقام لیا جائے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارا شغل کافی ہے اور یہ کہ ہمیں لوگوں سے کیا پڑی۔ اگر سب اہلِ طاقت اسی نظریے پر چل پڑیں تو نہ اللہ تعالےٰ کی کسی طاعت پہ عمل ہو گا نہ کسی معصیت سے بچاؤ کی صورت ہوگی نتیجہ یہ کہ باطل پرست حق پرستوں پہ غالب آ جائیں گے اور یہ دنیا انسانوں کی نہیں بلکہ چوپایوں کی ہو جائے گی۔ بلکہ ان سے بھی بدتر اور کم کردہ راہ۔ اس لیے فاسقوں پر تسلط رکھو خواہ تمہاری اور ان کی حیثیت کیسی بھی ہو۔ اپنی سچائی سے ان کے باطل کو اور اپنی بینائی سے ان کے اندھے پن کو دفع کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فاجر اور بدکاروں کے مقابلے میں نیکوکاروں کو کھلا غلبہ دیا ہے اور ان پر ان کا دبدبہ رکھا ہے خواہ یہ نہ حاکم ہوں نہ رئیس۔ اور جو شخص اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے برائی کو روکنے سے عاجز ہوا اسے امام (خلیفہ) سے کہنا چاہیے کیونکہ یہ بھی نیکی اور تقویٰ میں تعاون کی ایک صورت ہے۔ اللہ تعالےٰ اہل معصیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :-

افامن الذین مکروا السیاٰت ان یخسف اللہ بھم الارض او یاتیھم العذاب من حیث لا یشعرون او یاخذھم فی تقلبھم فما ھم بمعجزین۔

اور جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو زیر زمین دھنسا دے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آ پڑے جہاں ان کو گمان بھی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے سو یہ لوگ خدا کو ہرگز نہیں ہرا سکتے۔ (بیان القرآن)

فاجر لوگ باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالےٰ انہیں باز رکھیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا۔

تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینے میں بہت ہی کم پاویں گے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رح

کی خدمت میں پہلی حاضری

جمعہ ہی کو نماز عصر کے بعد ہم رائے پور روانہ ہوئے جو شہر سہارن پور سے بیس اکیس میل پر کوہ شوالک کے دامن میں ایک قصبہ ہے، اور مولانا عبدالقادر رح کی اقامت گاہ ہے لاری سہارن پور سے چل کر بہٹ پر ٹھہر جاتی ہے جو ۱۶ میل پر ایک قصبہ ہے۔ بقیہ چھ میل کی مسافت ہم نے پیدل طے کی قصبے میں اور راستہ میں ہم کو جابجا مسلمانوں کی عام تواضع اور احترام کی مثالیں ملتی رہیں۔ ہم رات ساڑھے نو بجے خانقاہ میں پہنچے نہر کے کنارے ایک مسجد ہے اس کے پہلو میں تعلیم قرآن کا ایک مدرسہ ہے کچھ آگے بڑھ کر ایک پرفضا چبوترہ اور اس پر دو دالانوں کا ایک مکان ملا۔ اندر کے دالان میں "طالبین" کی ایک جماعت موجود تھی۔ جس حجرے میں شاہ صاحب آرام فرما رہے تھے ہم داخل ہوئے اور حضرت سے مصافحہ کیا جس غیر معمولی محبت و شفقت اور گرم جوشی کا برتاؤ آپ نے ہم نوواردوں سے کیا اس کو ہم بھول نہیں سکتے فوراً باہر تشریف لے آئے اور کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ مولانا نعمانی نے ہم دونوں کا تعارف کرایا، میں نے اپنی کتاب "سیرت سید احمد شہید" پیش کی جو نہایت محبت سے قبول فرمائی۔

قارئین کرام کو اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ سلسلہ دیوبند کے تمام حضرات کو حضرت سید احمد شہید سے قلبی تعلق اور رابطہ ہے جو اہل سلسلہ کو اپنے مرشد اور روحانی مورث سے ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں کو "سیرت احمد شہید" یا حضرت والد مرحوم کا سفرنامہ (ارمغان احباب) پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس سے بخوبی واقف ہوں گے لیکن خصوصیت کے ساتھ شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رح کو حضرت سید صاحب رح سے والہانہ عقیدت تھی اور مولانا عبدالقادر مدظلہ ان کے خلیفہ اور اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں جتنی دیر بھی حضرت سید صاحب کا تذکرہ رہا لفظ لفظ سے اس قلبی ارادت اور شیفتگی کا اظہار ہوتا تھا جو بزرگان دیوبند کا مشترک سرمایہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب رح اس نواح کے مشہور شیخ و مرشد تھے جن کے متبعین کا وسیع حلقہ تھا لیکن ہم گمنام رسوائے ایک محترم رفیق مولانا نعمانی کے کہ وہ خدا کے فضل سے ان دینی و علمی حلقوں میں بخوبی روشناس بلکہ اس وسیع اور مبارک علمی اور مذہبی برادری کے ایک فرد خاندان تھے مسافروں سے آپ جس محبت و خصوصیت سے ملے اس نے ہم کو متحد کر دیا، اور اخلاق نبوی کا ایک نقشہ سا کھینچ دیا، رات گئے ہم سو گئے سحر کے وقت قریب کے تمام حجرے اور کمرے ذکر اللہ سے گونجنے لگے۔ صبح کی نماز کے بعد

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا ایک چھوٹا سا مضمون جو کہ "الفرقان" میں شائع ہوا ہے۔ شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس میں حضرت مولانا موصوف نے حضرت رائے پوری رح کی خانقاہ میں حاضری اور اسکے تاثرات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

منصلاً اندر کے بڑے دالان میں نشست ہوئی، جو ساڑھے گیارہ بجے تک قائم رہی یہ مجلس کیا تھی "باغ و بہار" تھی حاضرین دنیا مافیہا سے بے خبر ہمہ تن گوش تھے حضرت شاہ صاحب نہایت سادہ اور بے تکلفانہ گفتگو فرماتے رہے اگر اس مجلس کی گفتگو قلمبند ہو جاتی تو وہ بزرگان دیو بند حضرت شاہ صاحبؒ اور ان کے رفقاء کے وجد انگیز واقعات وحالات اور ربع صدی کی اسلامی سیاست اور مجاہدانہ تحریکوں کی تاریخ کا نہایت دلچسپ مرقع ہوتا، ہم کو جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ حضرت شاہ صاحب کی سیاسی بصیرت، زمانہ حال کی فہم وفراست اور باخبری اور بالغ نظری تھی جس کی ہمیں اس درجے میں ایک خانقاہ نشین شیخ طریقت سے ہرگز توقع نہ تھی دین وسیاست کے اس امتزاج جذبہ جہاد اور ولولہ عمل نے رائے پور کی اس گمنام نہیں مگر کم نام خانقاہ میں اور واحد کی سنوسی خانقاہوں کی جھلک پیدا کر دی ہے ہندوستان کی اسلامی تحریکوں اور سیاسی اداروں اور ہندوستانی مسلمانوں کے ماضی قریب، حال اور مستقبل پر ایسی جچی تلی اور معتدل رائیں ہم نے کم علماء اور کم تر مشائخ کی زبان سے سنی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خانقاہ کی دیوار میں ایک دریچہ ہے جس سے جو کچھ ہو رہا ہے اور جو ماضی قریب میں ہوا اچھی طرح نظر آتا ہے اور اس کے ایک مخفی گوشہ میں ایک ایسا تصویر خانہ ہے جس میں ہمارے سیاسی رہنماؤں کی صورتیں نظر آتی ہیں امید وناامیدی اور دوسری گرمی کا اجتماع بھی ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے جیسا مولانا کے دل میں ہے مولانا نے بار بار فرمایا کہ ہم نے جو کچھ دیکھا اور دیکھ رہے ہیں اس سے ہمارا دل سرد ہو گیا ہے اور طبیعت بجھ گئی ہے پھر فرمایا کہ واقعی یہی ہے کہ بظاہر مسلمانوں کی ذہنی اور عملی حالت مایوس کن ہے، لیکن ہم کو کم سے کم خدا کے سامنے معذرت ہی کا سامان کر لینا چاہیئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی،

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّۃٌ مِّنْھُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا اِنَّ اللّٰہُ مُھْلِکُھُمْ اَوْ مُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا قَالُوْا مَعْذِرَۃً اِلٰی رَبِّکُمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ۝	اور جبکہ کہا ان میں سے ایک جماعت نے کیوں ایسے لوگوں کو نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک ہی کرنے والا ہے یا ان کو سخت عذاب دینے والا ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کے سامنے معذرت کے لئے اور کچھ اس امید سے بھی کہ شاید وہ ڈریں

مولانا اسلامی تحریکوں کے سلسلہ میں حکومت کی سازشوں اور خفیہ ریشہ دوانیوں سے خوب واقف تھے اور آپ کو مسلمان قائدین اور کارکنوں کی فریب خوردگی کا حال اچھی طرح معلوم ہے وہ ان دینداروں کو جنہوں نے دھوکہ کھایا اور اپنے اخلاص اور بے نظیر قربانیوں کے باوجود انگریزی سیاست کے مقابلہ میں مات کھائی، بڑے مزے سے مجذوبوں کی جماعت کے لقب سے یاد فرماتے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ مولانا نے ان تحریکات کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور ان کے حافظہ میں ان کی تمام جزئیات اور تفصیلات محفوظ ہیں اور ان کے ناکام نتائج لغزشوں سے وہ زمانہ حال کی تحریکوں میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں،

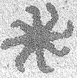
ہندوستان کی سیاسیات اور تحریک خلافت میں حضرت شیخ الہند و دیگر اکابر دیو بند اور علماء کے حصہ لینے کی پوری تاریخ سنائی اور اس سلسلہ آپ نے ان معلومات کا اظہار فرمایا جو اس جدوجہد کے مخصوص شرکاء اور حضرت شیخ الہند اور ان کے رفیقوں کے خاص رازدار اصحاب ہی سے معلوم ہو سکتے تھے آپ نے ذکر فرمایا کہ ہنگامہ بلقان کے زمانہ میں علماء اور مشائخ و حلقوں میں "الہلال" اور "زمیندار" پڑھے جاتے تھے، ایک حضرت شیخ الہند کے ہاں دیو بند میں اور ایک شاہ عبدالرحیم صاحب کے ہاں رائے پور میں ترک مجاہدین کے حالات جب پڑھے جاتے تھے تو حضرت شیخ الہند پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، فرمایا کہ ایک مرتبہ الہلال کی یہ خبر سنائی گئی کہ ایک ترک مجاہد کی ٹوپی پر یہ جملہ لکھا ہوا تھا "الصوفیا بالموت" حضرت نے جب یہ جملہ سنا تو بے اختیار ہو کر اٹھ کھڑے ہو گئے اور ایک خاص کیفیت اور وارفتگی کے عالم میں چل چل کر یہی جملہ دیر تک دہراتے رہے، مولانا نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحریک خلافت کے عظیم الشان جسم میں روح حضرت شیخ الہند کے جذبے اور للہیت کی ہی تھی حضرت کی وفات کے بعد یہ قالب بے روح رہ گیا اور آخر میں بے روح جسد بھی نہ رہا، اس موقع پر مولانا نے فرمایا کہ جب حضرت شیخ الہند مالٹا سے تشریف لائے تو میں نے حضرت کی ان تکلیفوں اور قربانیوں کا ذکر کیا جو مالٹا کی اسارت کے دوران میں ظاہر ہوئیں تو حضرت پر رقت طاری ہو گئی اور نہایت رقت انگیز طریقے سے فرمایا کہ ڈر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ چیزیں قبول نہ ہوں یہ کہہ کر آپ پر ایسی خشیت طاری ہوئی کہ آپ لرزہ براندام ہو گئے جس چارپائی پر آپ تشریف رکھتے تھے وہ ہلنے لگی اور تمام حاضرین متاثر ہوئے،

سلسلہ گفتگو میں ایک صاحب نے مولانا مودودی کا یہ قول نقل کیا کہ جماعت دیو بند ہندوستان میں صالح ترین جماعت ہے لیکن اس میں ایک نقص ہے اور وہ اکابر پرستی کا ہے یہ جماعت حق کو اپنے بزرگوں اور اکابر سے جانچتی ہے

راو کما قال) مولانا نے اس پر نہایت پر لطف اور معنی خیز تبسم کے ساتھ مولانا مودودی کی سلامت فہم کی داد دی پھر کچھ گفتگو کے بعد فرمایا کہ مولانا مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے غلط نہیں کہا مگر ہم نے اپنے بزرگوں اور اکابر کے جو حالات دیکھے ہیں، ان کی وجہ سے ہم کو ان کے ساتھ جو عقیدت اور حسن ظن ہو وہ محل تعجب نہیں اس پر اپنے بزرگوں کے عموماً اور اپنے شیخ حضرت رائے پوری کے خصوصاً چند موثر واقعات سنائے ان میں سے دو تین واقعے جو اس وقت بھی ذہن میں محفوظ ہیں ذکر کئے جاتے ہیں فرمایا کہ ایک مرتبہ مریدین میں سے ایک شخص حاضر ہوا تو حسب معمول اس کے گھر کی خیریت پوچھی اس نے ایک نیازمند اور خوش اعتقاد مرید کے لہجہ میں کہا کہ حضرت کی برکت سے خیریت ہے" تو آپ سخت ناراض ہوئے اور تنبیہ فرمائی کہ آئندہ سے کبھی یہ نہ کہنا جب کبھی کہنا ہو تو یوں کہنا کہ "اللہ کے فضل سے سب خیریت ہے" اسی طرح ایک مرتبہ میری زبان سے بھی کچھ اسی طرح کے الفاظ محبت اور جوش عقیدت میں نکل گئے تو فرمایا اس سے مجھے تکلیف ہوئی ہے کیا اور میری برکت کیا، ہر خیر کو اللہ ہی کی طرف منسوب کرنا چاہیئے۔

رو کما قال) فرمایا کہ تشرع اور تقویٰ کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ میں نے لنگی نذر کی تو آپ نے وہ لے لی اور چپکے چپکے انگلیوں سے اس کے کنارے ٹٹولنے لگے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس میں ریشم تو نہیں ہے پھر وہ غالباً گھر میں عورتوں میں کسی کو دیدی اس لئے کہ میں نے اس کو باہر نہیں دیکھا ایک مرتبہ کچھ دور چل کر پھر لوٹے اور جہاں سے چلے تھے وہیں سے پھر چلنا شروع کیا میں نے سمجھ لیا کہ پہلے بلا لحاظ ترتیب چلے تھے اس لئے پھر اس کو دہرایا، حضرت سید صاحب کے رفیقوں میں سے ایک شخص کا حال سنایا کہ کسی حکیم کے پاس علاج اور طبی مشورے کے لئے گئے اور دیر تک اس کا انتظار کرنا پڑا جب ملنے کا وقت قریب آیا تو دیکھا کہ وہ بغداد کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ غوثیہ پڑھ رہا ہے آپ یہ دیکھتے ہی وہاں سے بغیر ملے واپس چلے ساتھی نے کہا کہ آپ اتنی دیر تک تو انتظار کرتے رہے اور جب ملنے کا وقت آیا تو آپ نے عجلت فرمائی اور بغیر کام کئے ہوئے واپس جا رہے ہیں فرمایا کہ میں مل سکتا ہوں لیکن سوچتا ہوں کہ ملنے کے بعد آج عشاء کو دعائے قنوت میں کس منہ سے خدا کے سامنے کہوں گا نخلع و نترک من یفجرک فرمایا کہ سید صاحب کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب تھے جو سرمہ کی چھوٹی چھوٹی پڑیاں بنا کر فروخت کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس اتنے پیسے آجاتے کہ دو وقت کھانے کا انتظام ہو سکتا تو بیچنا بند کر دیتے وہ دن میں ایک پارے سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، مگر تمام دن پڑھتے تھے۔

شاہ صاحب نے اپنے مرشدین اور مریدین کے مجمع میں نہایت درد اور حسرت سے بارہا فرمایا کہ کام کرنے والے لوگ یہاں نہیں آتے آتے یہ بیچارے بس ذکر شغل کے لئے آتے ہیں میں ان کو اللہ کا نام بتا دیتا ہوں، اس سے زائد نہ وہ کسی چیز کے طالب ہیں نہ متحمل ان حضرات میں جو یہاں تشریف رکھتے ہیں اللہ اللہ کرنے کے سوا اور مراقبے اور تسبیحوں سے زائد کوئی ہمت نہیں پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و اسلاف امت بھی اگر اس پر اکتفا کرتے تو اسلام عرب سے آگے نہ بڑھتا، بڑے مزے سے فرمایا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے بھی آرام و آسائش کی ضرورت ہے یہ لوگ بھی اپنا صرف یہی فرض سمجھتے ہیں اور اس فرض کو ادا کر کے بہت خوش ہوتے ہیں لیکن اگر میں ان سے کچھ کام لوں تو پھر عذر کریں فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ دینی کام بھی اپنی خواہش کے مطابق کرنا چاہتے ہیں، ذکر و تسبیح آسان کام ہے، ان میں جی بھی خوب لگتا ہے، اسی لئے لوگ اس کے طالب ہوتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں، سلسلہ کلام میں ارشاد فرمایا کہ میں اپنے سیاسی احباب سے کہتا ہوں کہ ان خانقاہوں سے اخلاص و للہیت اور سوز و گداز لو اور اپنے سیاسی فہم اور بصیرت کے ساتھ مسلمانوں کی خدمت کرو، صحیح راستہ یہی ہے، پھر بڑی حسرت سے فرمایا کہ اب خانقاہیں بھی سونی ہوتی جا رہی ہیں۔



پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالو

خلق اللہ پرہیزگار کے پاس غذا آتی ہے اور وہ کبھی بھوکا نہیں مرتا۔ (ابو سفیانؒ)



معلمِ اخلاق

محمد اکرم لدھیانوی

حسن اخلاق سے جوش ایثار ہے
قوم بنتی ہے دنیا میں کردار سے

اخلاق خلق کی جمع ہے خلق اس عادت کو کہتے ہیں جو کسی کام کے ایک ہی طرح کرتے رہنے سے پختہ ہو جائے۔ اخلاق اچھے بھی ہو سکتے ہیں برے بھی۔ اگر خواہشیں عقل کے تحت کام کرنے لگیں اور پھر اس کی عادت پڑ جائے تو اخلاق اچھے ہوں گے ورنہ برے۔ ظاہر ہے اخلاق اسی آدمی کے اچھے ہوں گے جس کی دماغی، قلبی اور بدنی قوتیں مکمل ہوں گی۔ اور عقلی قوت اتنی زور دار ہو گی کہ دنیاوی خواہشوں کو ایک مقرر حد سے آگے نہ بڑھنے دے ایسے ایک نہ ایک آدمی کا ہر زمانہ میں موجود ہونا ضروری رہا ہے۔ جس کا خلق دوسروں کے لئے نمونہ بنے اور نوع انسانی کی خصوصیات اور ان کے کمال کا تصور انسان کے دماغ سے مفقود نہ ہونے پائے ایسا انسان نبی ہوتا ہے۔

جب دنیاوی خواہشوں کے زیر اثر انسان کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں تو ان کو درست کرنے کے لئے رسول بھیجے جاتے ہیں اور وہ انسان کو پھر اچھے اخلاق کی طرف لوٹنا سکھاتے ہیں۔ دنیا میں بہت سے نبی اور رسولؑ تشریف لائے۔ دین صحیح قائم کیا اور بگڑتے ہوئے اخلاق کے درست کرنے کے لئے شرع مقرر کی۔ ان سب کے آخر میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انسان کی اصلاح کا قیامت تک کے لئے مکمل انتظام کر گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دماغی قلبی اور بدنی قوتیں اس قدر درست اور طاقتور ملی تھیں جتنی کسی کامل انسان کو مل سکتی ہیں خلق کا کمال اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب یہ ساری قوتیں مکمل ہوں اور پھر ان کی تائید حمایت وحی الٰہی سے ہو۔ جب تک کسی کا خلق صحیح اور کامل نہ ہو وہ نبی نوع انسان کا رہنما نہیں بن سکتا۔ قوتوں کا یہ کمال اور ان کا یہ صحیح توازن آپ سے پہلے بھی اسی طرح کامل طور پہ کسی کو نصیب نہ ہوا آپ کے بعد کا تو ذکر ہی کیا۔ یوں تو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات فطری طور پہ محاسن اخلاق سے متصف تھے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس لحاظ سے تمام انبیاء کرام اور دیگر مصلحین عالم سے علانیہ طور پہ ممتاز ہے۔ آپ سے پہلے انبیاء کرام حسن اخلاق کی کسی ایک نوع میں مشہور رہتے۔ مگر آپ کی ذات اقدس جامع اخلاق تھی جو صفات گزشتہ انبیاء میں متفرق طور پہ پائی جاتی تھیں۔ آپ کی ذات بابرکات ان تمام صفات کی جامع تھی۔

؎ حسن یوسف، دم عیسےٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کفار نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلایا تو اللہ تعالےٰ نے ان کے سامنے آپ کے اخلاق کو پیش کیا کہ اس اخلاق و کردار کے انسان کو تم کیسے جھٹلا سکتے ہو۔ اور آپ کے دلائل نبوت سے آپ کے اخلاق حسنہ کو اہم دلیل کے طور پہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

یعنی آپ کے اخلاق کے بلند ترین درجے پر ہیں۔ ایک دوسرے مقام پہ ارشاد ربانی ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۵ تمہارے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں بہترین نمونہ ہے"۔ آپ پوری انسانیت کے لئے نمونہ اخلاق ہیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ آپ نے اپنی بعثت کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ ۵"میں اسی لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں کہ اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کر دوں"۔ ایک دفعہ چند صحابہؓ کرام نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے آپ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ یعنی آپ کی زندگی قرآن مجید کا عملی نمونہ تھا یا آپ کا اخلاق سراسر

قرآن مجید ہی تھا۔ آپ کی سیرت لکھنے والے اس بات کی شہادت دینے پر مجبور ہیں کہ آپ کے اخلاق حسنہ کی پوری جھلک آپ کی ہر بات اور آپ کے ہر کام میں موجود تھی آپ کے گھر، بستی اور شہر والے سب آپ کے اخلاق عالیہ کے معترف تھے۔ آپ نے ان کے سامنے اپنی زندگی پیش کرتے ہوئے فرمایا "میں نے تم میں اپنی زندگی گزاری ہے۔ میری عملی زندگی میں کوئی عیب، کوئی نقص نکال کر دکھاؤ" وہ لوگ جو آپؐ کے جانی دشمن تھے جنہوں نے آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے آپ کو آپ کے راستے سے ہٹانے کے لئے ہزار جتن کئے۔ طرح طرح کے الزامات تراشے آپ کو مجنوں، ساحر، شاعر اور جادوگر تو کہا لیکن آپ کے اخلاق پر انگلی تک نہ اٹھا سکے دشمن اپنے مخالف کی اخلاقی برائیاں تلاش کرکے اسے بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ نے بعثت سے قبل چالیس سال کا عرصہ مکہ میں گزارا۔ لیکن ابوجہل جیسا دشمن بھی آپ کی اخلاقی بلندی کا معترف تھا وہ کہا کرتا تھا، "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کو جھوٹا نہیں کہتا۔ لیکن آپ جو تعلیم لے کر آئے ہیں اسے نہیں مانتا"۔ اسلام آپ کے اخلاق سے ہی پھیلا ہے۔ جو شخص ایک دفعہ آپ کے قریب ہو جاتا آپ کا گرویدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اور زبان حال سے پکار اٹھتا تھا۔ اور اس قدر بلند اخلاق کا مالک واقعی رسول ہے"

ہجرت کے موقع پر دشمنوں نے آپ کے گھر کو گھیر رکھا تھا۔ آپ کے قتل کا منصوبہ ہے لیکن آپ کے اخلاق کا یہ عالم ہے کہ دشمنوں کی امانتیں ان تک پہنچانے کے لئے اپنے چچیرے بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زندگی خطرہ میں ڈال رہے ہیں لیکن یہ گوارا نہیں کیا کہ کسی کی امانت میں ذرہ برابر فرق آئے ادھر دشمن جان کا تو دشمن ہے لیکن اسے آپ کی امانت داری اور صداقت میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر اخلاق حسنہ کی ایک اور جھلک دیکھئے۔ مکہ فتح ہو چکا ہے۔ وہ تمام دشمن جنہوں نے آپ اور اسلام کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا آج آپ کے سامنے قیدی بنا کر حاضر کئے گئے ہیں لیکن آپ نے رحم و کرم، صلح و اعراض مغفرت و درگزر اور امن و امان کے پھول برساتے ہوئے فرمایا،

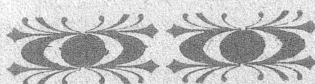
الیوم یوم بر و وفا الیوم انتم الطلقا

یعنی آج کا دن صلہ رحمی اور وفا کرنے کا دن ہے۔ آج تم سب لوگ آزاد ہو۔

آپ نے کفر و ضلالت۔ جہالت و گمراہی، سرمایہ داری و مادیت کی تمام برائیوں کو ختم کر دیا صرف یہی نہیں کہ زبانی دعوی کیا بلکہ عملی نمونہ پیش کیا اور عمل کا آغاز اپنی ذات اور اپنے خاندان سے کیا۔ حجتہ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ کے عظیم اجتماع سے اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "سود حرام ہے اور آج سے پہلے کا تمام سود معاف۔ اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس کا سود معاف کرتا ہوں۔ آج سے پہلے کے تمام خون معاف۔ اور سب سے پہلے اپنے خاندان میں ربیعہ ابن حارث کا خون معاف کرتا ہوں"۔

آپ صرف خود ہی اعلیٰ اخلاق کے مالک نہیں تھے بلکہ آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ میں وہ صفات پیدا کیں کہ وہ دنیا کے رہبر و رہنما بن گئے اور آج تک عالم اسلام کے لئے مینارہ نور ہیں۔

؎ محسن انسانیت کے فیض سے
سو گئے اخلاق کے گلشن ہرے





دلائل فضائل

پروفیسر حافظ عبدالمجید چکوال

امارت حج

حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہے ابوبکرؓ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ حضورؐ نے انہیں اسلام کے پہلے حج کا امیر حج بنا کر بھیجا ۹ھ میں ابوبکرؓ تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ لے کر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ قافلہ ابوبکرؓ کی امارت میں مقام عرج تک پہنچا۔ تو حضرت علیؓ بھی ان سے آملے۔ ابوبکرؓ نے علیؓ سے پوچھا کہ آپ امیر بن کر آئے ہیں یا قاصد بن کر۔ علیؓ نے بتلایا کہ میں قاصد بن کر آیا ہوں اور میرے ذمہ حج کے موقع پر سورۃ براۃ کی چالیس آیتوں کا اعلان کرنا ہے۔ چنانچہ حج کے موقع پر ابوبکرؓ نے بطور امیر حج خطبہ پڑھا، اور علیؓ نے سورۃ براۃ کی آیتوں کا اعلان کیا۔ منادی کرنے والوں میں ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ عربوں کے دستور کے مطابق اس طرح کا اہم اعلان یا تو خود حضورؐ کو کرنا چاہیے تھا۔ یا آپ کے کسی قریبی رشتہ دار کو۔ حضورؐ نے اس دستور کے تحت سورۃ براۃ کی ان آیتوں کا اعلان علیؓ کے ذمہ کیا تھا۔

بعض لوگوں کو شک گزرا کہ امارت حج حضرت ابوبکرؓ سے لے کر حضرت علیؓ کے سپرد کر دی گئی ہے لیکن یہ خیال درست نہ تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ دو مختلف خدمتیں ہیں۔ ابوبکرؓ اس شرف کے تنہا مالک ہیں جو ان کے سپرد ہوا۔ (فتح الباری) سورۃ براۃ کی آیات ابوبکرؓ کی روانگی کے بعد نازل ہوئیں (ابن ثنیا)۔ (زاد المعاد) جب علیؓ کا آوازہ بیٹھ گیا تو ان کلمات کا اعلان ابوبکرؓ نے کیا۔ نیز حج کا خطبہ بھی ابوبکرؓ نے پڑھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ ہی امیر الحج تھے۔ (ازالۃ الخفا حصہ دوم)

اسلام کے سب سے پہلے حج کا امیر الحج ہونا ابوبکرؓ کی افضلیت کی ایک واضح دلیل ہے۔

امامت نماز

نماز اسلام کی اہم ترین عبادت ہے اور امامت نماز وہ فریضہ ہے جس میں اسلام نے افضلیت کو معیار قرار دیا ہے۔ ابوبکرؓ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ حضورؐ نے اپنی زندگی میں ان کو نماز کی امامت کے لئے نامزد فرمایا۔

غزوہ تبوک میں حضورؐ نے ابوبکرؓ کو لشکر کا جائزہ لینے کے لئے اور امامت نماز کے لئے مقرر فرمایا۔ ایک دفعہ حضورؐ قبیلہ عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے اور بلالؓ سے فرما گئے میں نہ پہنچوں تو ابوبکرؓ نماز پڑھائیں ابھی جماعت ہو رہی تھی کہ حضورؐ تشریف لے آئے اور اشارہ سے ابوبکرؓ کو نماز پوری کرنے کا حکم دیا۔ لیکن ابوبکرؓ قدرے تامل کے بعد پیچھے ہٹ آئے اور باقی نماز حضورؐ نے پڑھائی۔

حضورؐ کے مرض وفات میں ابوبکرؓ نے حضورؐ کے حکم سے نماز پڑھائی۔ بیماری کا آغاز ۲۹ صفر بروز دو شنبہ ہوا۔ (رحمۃ العالمین)

جب بیماری کا غلبہ ہوا۔ آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ افاقہ ہونے پر آپؐ نے پوچھا نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ بلالؓ کو کہہ دو کہ اذان دیں اور ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں۔ پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے پر دوبارہ یہی استفسار فرمایا۔ اور یہی حکم دہرایا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ میرے والد نرم دل ہیں۔ وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ضبط نہ کر سکیں گے۔ آپ ان کی بجائے کسی اور کو حکم دیجئے۔ حضرت عائشہؓ کے ایما پر حفصہؓ نے بھی یہی بات کہی۔ حضورؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا

مروا بلال فلیوذن ومروا ابابکر فلیصل بالناس فانکن صواحب یوسف

(بلالؓ کو کہہ دو کہ اذان دیں اور ابوبکرؓ کو کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ تم یوسف کی ہمنشین عورتوں کی طرح ہو۔ (بخاری، مسلم) یعنی تمہارا یہ ترغیب دینا کہ ابوبکرؓ کی بجائے کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جائے۔ سخت ناپسندیدہ ہے۔

اس حکم کے مطابق ابوبکرؓ نے پہلی نماز پڑھائی وہ عشاء کی نماز تھی اور اس دن پنج شنبہ تھا۔ (بخاری ۔مسلم)

علالت کے زمانہ میں ایک دفعہ نماز کا وقت ہوگیا۔ بلالؓ نے اذان دی۔ حضورؐ عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا۔ کسی شخص کو کہو کہ نماز پڑھائے۔ ابوبکرؓ موجود نہ تھے۔ اس لئے عمرؓ نے نماز پڑھانا شروع کیا۔ حضورؐ نے عمرؓ کی آواز سنی تو فرمایا۔

لا، لا، لا لیصل بہم ابن ابی قحافہ (نہیں نہیں، نہیں ابن ابی قحافہ نماز پڑھائے) اس پر عمرؓ نے نماز توڑ دی۔ صفیں چھٹ گئیں عمرؓ پیچھے ہٹ گئے اور جب ابوبکرؓ آئے انہوں نے نماز پڑھائی (ابن سعد)

شنبہ یا یک شنبہ کو ابوبکر صدیقؓ نماز ظہر پڑھا رہے تھے۔ کہ حضورؐ عباسؓ اور علیؓ کے کندھوں پر سہارا لگائے ہوئے تشریف لائے۔ ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ اشارہ سے منع فرمایا۔ پھر ابوبکرؓ کے برابر بیٹھ کر نماز میں داخل ہوگئے۔ اب ابوبکرؓ تو حضورؐ کی اقتدا میں رہے تھے اور باقی سب لوگ ابوبکرؓ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے (بخاری ۔مسلم)

ایک دن حضورؐ کو کچھ افاقہ ہوا۔ تو آپؐ حضرت ابوہریرہ اور ایک دوسرے صحابیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے تو اشارہ سے منع فرما دیا اور آپ ابوبکرؓ کے بائیں پہلو میں بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے نماز ختم کی۔ (ابن ماجہ ۔ترمذی) اس طرح حضورؐ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکرؓ کھڑے آپ کی اقتدا میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ (ابن سعد)

ایک دن حضورؐ صبح کی نماز میں شریک جماعت تھے۔ اس وقت ابوبکرؓ امام تھے۔ اور ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ حضورؐ کی آمد پر ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا، لیکن حضورؐ نے روک دیا۔ آپؐ ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے اب بھی ابوبکرؓ ہی امام رہے۔ انہوں نے ہی نماز مکمل کی۔ (ابن سعد) حضورؐ نے ابوبکرؓ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اس مرض کے دوران جس میں آپؐ کا وصال ہوا۔ (البدایہ والنہایہ) یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے مرض موت میں ابوبکرؓ کے پیچھے مقتدی بن کر تین نمازیں پڑھیں۔ اس بات کا انکار صرف جاہل ہی کر سکتا ہے۔ جس کو روایات کا علم نہ ہو۔ (سیرت حلبیہ) مشہور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ابوبکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اکیس نمازیں پڑھائیں۔ (تفسیر آیات اربعہ) ابوبکرؓ بن عیاش کا قول ہے کہ ابوبکرؓ نے آٹھ دن تک لوگوں کو نماز پڑھائی (صواعق محرقہ) حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ نو دن تک ابوبکرؓ نے مومنوں کو نماز پڑھائی (تلبیس ابلیس) ان تمام روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضورؐ نے خود ابوبکر صدیقؓ کو نماز کی امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ اور ابوبکرؓ نے کم از کم سترہ نمازیں حضورؐ کی زندگی میں پڑھائیں۔ اور ان میں سے تین میں خود حضورؐ بھی شریک جماعت ہوئے امامت نماز کے لئے ابوبکرؓ کا تقرر یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ تمام صحابہؓ میں افضل ہیں۔

☐★★★☐★★★☐★★☐★★☐★★★☐

دعوت فکر و عمل

قسط نمبر ۲

محمد عثمان غنی

قرآن انقلاب کا داعی ہے

بہرحال میری دعا ہے اس درس گاہ کے لیے اور آپ بھی دیکھ رہے ہیں کہ کس بے سرو سامانی میں ایک کوٹھی میں درس شروع ہوا تھا۔ آج ماشاء اللہ اس درس گاہ کی اپنی عمارت ہے۔ آج درس قرآن ناظرے اور حفظ کا بھی اعلان ہوا ہے پڑھ رہے ہیں۔ یہ سامنے مسجد کی بنیاد ہے۔ یہ ہے اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی والی بات اور ایک وہ ہے کہ نمود و نمائش، غوغہ آرائی اور دنیا کو دکھانے کے لیے یا کھانے کمانے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور والی بات۔ تو میں نے بہرحال آپ سے دعا کے لیے یہ ساری چیزیں پیش کی ہیں۔ آج الازہر کا ہزار سالہ جشن منایا جا رہا ہے۔ یہ ہے کہ اپنی قبروں میں بھی جا کر کہہ سکتے ہیں کہ

شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم
حاصلِ عمر فدائے سرِ یارے کردم

ہم خوش ہیں کہ ہم نے کوئی کام کیا ہے۔ سو میں یہی کہتا ہوں کہ آپ کو اور مجھے ایسی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں کہ ہم عمل بھی کریں اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں دامے درہمے حصہ لینے کی توفیق دے کہ جب دنیا سے ہم جا رہے ہوں تو ہم اپنے نفس کو کہہ سکیں کہ جس مشن اور مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں قبول فرمایا تھا یا اللہ نے جو جذبہ و ولولہ یہ کتاب و سنت کا ذوق و شوق یہ سننے کی توفیق دی تھی، ہم نے اپنی زندگی میں بھی اسے طاری کیا ہے، جاری و ساری کیا ہے اور اس کو رائیگاں کرنے سے، بچانے سے اور اپنی نسلوں تک پہنچانے کے لیے دوسروں تک اس دعوت کو عام کرنے کے لیے دامے درہمے کوشش کی، اور نہیں تو دعا سے ہی ہم نے اس کی آبیاری کی ہے اور خوش شاداں و فرحاں جائیں کہ جس مقصد کے لیے ہم نے یہ قدم اللہ نے آنکھیں ٹھنڈی کر کے دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ اتنی بڑی سعادت ہے، اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اس طریقے سے مختلف علاقوں کے اندر یہ کام اس نہج پر شروع ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ قرآن سے بڑھ کر دنیا میں کوئی کتاب نہیں جو انقلاب برپا کر سکے۔ دنیا میں بڑے بڑے انقلاب آئے۔ انقلابِ فرانس ہمارے سامنے ہے، روسی انقلاب ہے، چائینی انقلاب ہے، یہ انقلاب بھرپور نہیں۔ معاشی انقلاب ہیں، فرانس کا انقلاب لانے والوں نے جمہوریت کی داغ بیل ڈالی۔ بڑے بڑے دعوے اور بڑا کارنامہ انجام دینے کے نعرے بلند کیے گئے لیکن پھر بھی جو انھوں نے اپنا منتہا بنایا تھا اس میں کسی حد تک کامیابی ہو گئی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں اگر قرآن جیسی انقلابی کتاب کو ہم اپنائیں۔ اس کو پڑھیں پڑھائیں، اپنی ذات پر وارد کریں، اپنے ملک میں اس کا تجربہ کریں تو اللہ کی رحمت اس طرح شاملِ حال ہو گی کہ یہ حکومتیں اور یا اس سے پہلے کے انقلاب یا آئندہ آنے والے انقلابوں کو، سب کو پانی کی طرح بہا کر لے جائے گا، کوئی بھی خس و خاشاک کی طرح ہو گا بہتا چلا جائے گا۔ بچ نہیں سکتا۔ اس کے لیے نیت بخیر ہوئی۔ اس کے لیے ارادہ ہونا عزم بالجزم ہونا ضروری ہے اور یہ کہ ہم نے اللہ اور اللہ کے رسول

کے احکام کو جب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مہر تصدیق ثبت کر دی تو اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قال اللہ اور قال الرسول میں اپنی زندگی کے سارے مسائل کو اسی عینک سے دیکھیں، اسی جذبے سے اس پر عمل کریں اور اس پہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ انسان کی زندگی سے لے کر موت تک بلکہ دنیا کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے، انسانوں یا کسی بھی جاندار کا جو اس میں حل نہ کر دیا گیا ہو اور اس کی تفصیلات چودہ سو سال سے ہمارے اکابر کر رہے ہیں۔ حدیث اور قرآن کی تشریحات کو اتنی واضح کر چکے ہیں کہ اپنے تو اپنے پرائے بھی جو ہیں وہ بھی اس سے متاثر ہیں اور اس کی حقانیت پر اور اس کے کامل ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے عمل کرنے کی توفیق اب تک کسی کو نہیں ہوئی

میرے دادا حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان کی آزادی کے لیے اپنے علماء جہاں دیوبند میں انھوں نے پڑھا، ان کے حکم پر اپنے شیخ کے حکم پر، حضرۃ شیخ الہند کے ارشاد پر کابل جانا پڑا، وہاں سات سال رہے، قرآن ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اور شاہ ولی اللہ کا فلسفہ حجۃ اللہ البالغہ اس کے بعد حالات ہوئے کہ حجاز جانے کے لیے روس جانا ہوا، ترکی جانا ہوا، سوئٹزرلینڈ جانا ہوا، اٹلی جانا ہوا، وہ جہاں بھی گئے قرآن انھوں نے نہیں چھوڑا۔ میں ماسکو اتفاق سے گیا، مسجد تاتا میں نماز پڑھنے کے لیے جانا ہوا تو سنا کہ اس مسجد میں وہ درس قرآن دیتے رہے اور وہاں اب بھی ان کے شاگرد اور عالم موجود ہیں۔ بہت حیرانگی ہوئی۔ اب وہاں خدا کا نام لینا مشکل ہے۔ مندر بند، گرجے بند، اور بت خانے بند لیکن مسجدیں آباد ہیں اور پانچوں وقت اذان ہوتی ہے۔ وہاں جمعہ کے دن اتفاق سے میرا جانا ہوا تو دو تین منزلہ مسجد بھری ہوئی تھی۔ بہرحال دل خوش ہوا کہ ان کی خدمات دینیہ کے خوش کن نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ ؎

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم
حاصل عمر فدائے سر یارے کردم

اور ع

کر رہی ہیں کام کچھ آخر مری ناکامیاں

ناکامیوں میں بھی کامیابی کی شکل اللہ نے ان کے لیے پیدا کر دی۔ وہاں صورت ایسی ہوئی کہ ان کے کچھ دوست، کچھ شاگرد جو تھے، وہاں یونیورسٹی میں داخل ہو گئے۔ بہت سے روزانہ لیکچر دیئے جاتے تھے دین، مذہب، اسلام کے خلاف اور ادھر یہ ہے کہ وہ اپنے استاد کے پاس آ کر کے، حضرت مولانا کے پاس آ کر کے ان کے اعتراضات سناتے اور وہ ان کو نقلی اور عقلی جوابات دیتے۔ وہ ان کو جا کے دیتے۔ رد و قدح چلتی رہتی مہینوں۔ آخر میں فرمایا کہ ہمارا ان سے آپس میں تبادلۂ خیالات ہونا چاہیئے۔ چنانچہ تبادلۂ خیالات کے بعد جب انھوں نے اپنے عزائم اور پروگرام جو بھی انھوں نے سوچ رکھے تھے پیش کیے۔ دیر تک بات چلتی چلاتی یہاں تک پہنچی کہ انھوں نے کہا کاش! ہمیں پہلے کسی عالم نے توجہ دلائی ہوتی۔ ہم تو آج نجات کا ایک ہی ذریعہ سمجھتے ہیں اور وہ کمیونزم ہے۔ ہم نے اسے اپنا لیا۔ اگر کسی عالم نے ہمیں اس طرح بتایا ہوتا تو شاید ہم اس کا تجربہ کرتے۔ لیکن ایک اعتراض ان کا یہ تھا کہ دنیا میں مسلمان ذلیل و خوار کیوں ہیں؟ انھوں نے کہا کہ مسلمان جب تک عمل کرتے تھے، ساری دنیا پہ حاوی تھے، ساری دنیا کا انھوں نے رخ بدل کے رکھ دیا تھا، لیکن آج مسلمان اس پر عمل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کو چھوڑ کر ذلیل و خوار ہو گئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ کاش اگر ہم تو عمل نہ کر سکے، لیکن اگر مسلمانوں میں سے کسی جماعت نے اس پر کبھی عمل کیا تو پھر بھی ہم اس پر غور کرنے کو تیار ہیں۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے تقسیم ملک کے متصل بعد عبدالماجد دریا بادی نے اس واقعے پر بہترین مضمون سپرد قلم کیا۔ جس اخبار میں یہ مقالہ لاہور میں نقل ہوا اس کا کٹنگ میرے پاس محفوظ ہے۔ اس نے کہا آپ کے بزرگوں نے

اسلام کا لوہا دلیل و برہان سے بدترین دشمنانِ اسلام سے منوایا لیکن یہ ان کا اعتراض کہ مسلمان ذلیل و خوار کیوں ہیں؟ اور ہم نہیں تو وہ کیوں عمل نہیں کرتے؟ اور اگر کسی نے آئندہ عمل کیا تو پھر بھی ہم اس پر غور کرنے کے تیار ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد ایک ایک پاکستان کے باشندے پر بالخصوص عالم اسلام کے ایک ایک باشندے پر بالعموم یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ کے بزرگوں نے چودہ سو سال سے اسلام کو دلیل سے، برہان سے منوایا ہے اور آج بھی بدترین دشمن اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں، آپ اب عملی زندگی میں اسے لائیے اور اسے منوائیے عمل سے، جو انھوں نے دلیل سے منوایا وہ عمل آپ کا دیکھنا چاہتے ہیں۔

پاکستان کو پاکستان بنائیے

یہ پاکستان اللہ نے ہمیں ایک محل دیا ہے۔ تجربے کے لیے ایک جگہ دی ہے۔ جیسے سائنس کے تجربے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اسلام کو ہم عملی زندگی میں جاری و ساری کر سکیں، عملی زندگی میں نافذ کر سکیں۔ اپنی اقتصادیات معاشیات، تعلیمات، اخلاق، عبادات سارے معاملات قرآن و سنت کے مطابق حل کر سکیں۔ قرآن میں الحمدللہ ہمارے لیے اتنا کامل اکمل نظام موجود ہے کہ اندازہ لگائیے کہ آدم علیہ السلام سے حضور تک نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ جتنی انبیاء کی الہامی کتابیں ہیں قرآن ان سب کا نچوڑ اور لب لباب ہے۔ قرآن میں تمام مسائل کا حل ہے، موت ہی نہیں مابعدالموت کے مسائل پر پر بھی اگر گفتگو کرتا ہے تو قرآن کرتا ہے۔ نہ انجیل کرتی ہے نہ تورات نہ وید نہ کوئی اور دنیا کا نظام ہے نہ کوئی اور کتاب ہے سچی یا جھوٹی۔ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں اور دنیا کے مسائل اس سے کامل، مکمل، اکمل طور پر حل ہونے کا دوسرا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ اور اگر کسی قوموں نے کوئی مسائل حل کیے بھی ہیں تو صرف معاشیات کے مسائل۔ وہ حل کیا ہوتے ہیں؟ وہ بھی لاینحل ہو گئے ہیں، مگر جب مسلمانوں نے گری پڑی حالت میں جب کہ وہ جاہل تھے اور کوئی نظام نہیں تھا، عربوں میں کوئی چیز نہیں تھی تو ایسا دنیا کو انھوں نے ضابطہ دیا، ایسا نظام دیا کہ جاہل تھے تو انھوں نے ساری دنیا کو عالم بنا دیا۔ خود بداخلاق تھے، لیکن قرآن سے، حضور علیہ السلام کی صحبت سے انھوں نے اس اخلاق کو پایا کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ ۵ (القلم ۳) کی مثال حضور تھے تو اس کا عکس صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور سارے صحابہ تھے۔ پھر ساری دنیا کو انھوں نے اخلاق کا رنگ دیا۔ اسی طرح دنیا کے اندر جو بھی یہ بادِ بہاری ہے یہ اسی کی لائی ہوئی ہے۔ این ہمہ آوردۂ تست

چنانچہ دنیا میں اگر کبھی سودی نظام سے چھٹکارا ہوا تو آنحضرت کے غلاموں کے ذریعے سے ہوا۔ اس سے پہلے بھی یہ سودی کاروبار ہوتا تھا، اس سے پہلے بھی یہ سب دھندے ہوتے تھے۔ لیکن اگر آپ دیکھیں گے کہ ایک ہی دور ہے جب تک اسلام کا غلبہ رہا ہے۔ اسلام کا قانون حکومت جاری رہا ہے، سود کا کاروبار نہیں چل سکا۔ جیسے ہی اسلام کا نظام کمزور ہوا، سب سے پہلے پورے عالم اسلام پر سود نے یورش شروع کر دی۔ پھر ان کا ملٹری نظام آیا، پھر ان کا تعلیمی نظام آیا اور آج میں کیا عرض کروں؟

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم!

کس کس بات کا رونا روئیں؟ آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے، تند نہیں تانے کا تانا بگڑا ہوا ہے اور اب ہمیں بسم اللہ شروع سے پھر کرنی پڑے گی۔ اسی طرح جس طرح کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہر چیز کی بنیاد رکھی گئی اور جس طرح وہ چند پڑھے لکھے تھے لیکن انھوں نے ساری دنیا کو قرآن پڑھا دیا، حدیث پڑھا دی، فقہ پڑھا دی، پھر اسماء الرجال کا، حدیث کا ایسا فن ایجاد کیا کہ دنیا میں نہ اس سے پہلے تھا نہ اس کے بعد ہے۔ پھر انھوں نے فلسفہ کا علم ایجاد کیا۔ کوئی بھی علم ایسا نہیں ہے جو

انھوں نے ایجاد نہ کیا ہو۔ میں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی ہے۔ وہاں ۲۱ علوم و فنون کی ایک سو ایک کتابیں نصاب میں ہیں۔ اور ایک ایک کی کئی کئی جلدیں ہیں اور اس کے بعد ساری زندگی پڑھتے پڑھاتے گزر گئی تب جا کے علم کا کچھ تھوڑا سا حصہ ان کو میسر آتا تھا اور اب تو دنیا بہت آگے نکل گئی ہے۔ ہمیں اس سے بھی زیادہ کی ضرورت ہے۔ کاش کہ اللہ تعالٰے ان مدارس کو اسی طرح برکت عطا فرمائیں کہ یہاں جس طرح انھوں نے پورے ایشیا کی بلکہ پورے عالم اسلام کی خدمت کی ہے بلکہ سارے یورپ کے اندر تبلیغ کا نظام چلانے والے جا رہے ہیں۔ اور پیغام حق پہنچا رہے ہیں۔ یہ بھی ایک ذریعہ ہے۔ اللہ تعالٰے ان چھوٹے چھوٹے مدرسوں کو اسی تقوے، طہارت، اخلاق، دیانت، امانت اور اللہ کی رضا کے لیے کام کرنے کی توفیق دیں تاکہ آپ جب جائیں، سننے والے، عمل کرنے والے، سنانے والے تو اللہ کے سامنے کہہ سکیں کہ واقعی جو ذمہ داری تھی ہم نے اپنی حیثیت کے مطابق اسے بہ احسن طریق انجام دینے کی کوشش کی ہے۔ انشاء اللہ خامی بھی ہو گی تو معاف ہو گی اگر نیت بخیر ہو گی اور کوتاہی بھی ہو گی تو اللہ تعالٰی قبول فرما لیں گے لیکن نیت بخیر نہیں، عمل بھی نہیں اور اپنے وسائل کو داؤ پر لگانے کا ارادہ اور منشاء بھی نہیں تو پھر میں کتنا بھی اس پہ کہوں تو کم ہے۔ اللہ تعالٰے اس سے بچائیں اور اپنی رضا کا تمغہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں ؎

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی زرخیز ہے ساقی

دعا

دعا ہی کر سکتا ہوں اس وقت کہ جو نکات میرے پیش نظر تھے اور جو اس وقت عرض کیے گئے ٹوٹے پھوٹے الفاظ اور ٹوٹی پھوٹی زبان میں۔ اللہ تعالٰی قبول فرمائیں۔ قرآن کو حرزجان بنانے کی اور زندگی کا مشن بنانے کی، اپنا محور و مرکز بنانے کی، اجتماعی زندگی میں، معاشرتی زندگی میں، کاروباری زندگی میں، حکومتی سطح پر، عدلیہ میں اللہ تعالٰی اس کو نافذ کرنے کی توفیق دیں۔ پہلے اپنے وسائل نہیں تھے، پہلے ایسا انداز نہیں تھا، اس ملک کی جو نیو جس طرح اٹھی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ کہ اس طرح کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن حالات قدرت نے ایسے پیدا کر دیتے ہیں کہ خدا معلوم کس کی قربانی کام آئی ہے۔ کن کی دعائیں اللہ نے سن لی ہیں یا اس قرآن کی برکت ہے کہ آج چاروں کونوں سے صدا اٹھ رہی ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں اس کو تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالٰی اس ابر بہاری کو ساری دنیا میں برسانے کی توفیق عطا فرمائیں اور پاکستان کو اللہ تعالٰے پورے عالم اسلام سمیت خلافت راشدہ اور قرآن و سنت کو پھر سے حرزجان بنا کر کے ساری دنیا کو پیغام حق پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں، اپنی جان پر وارد و جاری و ساری کرنے کی، اپنی اولادوں کو کتاب و سنت کی روشنی میں چلانے اور سارے معاملات سلجھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالٰے سکولوں، کالجوں میں بھی اس نظام تعلیم کو علماء کے واسطے سے لانے کی توفیق دیں۔ کیونکہ حاملین دین متین ہی جا کر کے اس کی صحیح تشریح کر سکتے ہیں۔ اور عملی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی کر کے بتا سکتے ہیں۔ اللہ ان کو بھی اپنا فرض انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں اور ان کو بھی جن کا اسلام کے ساتھ رشتہ ہے، مسلمان ہیں، ان کو بھی اللہ تعالٰی صدقِ دل کے ساتھ اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اسے پھلنے پھولنے کی، اسے پھیلانے کی، توفیق عطا فرمائیں اور اللہ کرے کہ ہم آئندہ ملیں تو خوش ہوں جس کام کے لیے ہم نے ارادہ کیا اللہ تم اس میں برکت عطا فرمائیں اور پھر قدم بقدم آگے چلیں اور سینہ بسینہ اور شانہ بشانہ چل کر اللہ تعالٰے ہمیں اور پورے ملک کو کامیابی عطا فرمائیں، پورے ملک کے عقائد کو درست کرنے کی توفیق دیں، اللہ تعالٰی پورے ملک کی گرانی کو ارزانی سے بدلنے کی توفیق دیں۔ پورے ملک کی بے حیائی کو حیاء سے بدلنے کی توفیق دیں، پورے

ملک میں جو خدا کی قانون شکنی ہے، قانون پر عمل پیرا ہونے کی توفیق سے سرفراز فرمائیں، اللہ تعالیٰ اس ملک کی مشکلیں آسان فرمائیں، قرضے اللہ تعالیٰ دور فرمائیں، سودی کاروبار سے چھٹکارا عطا فرمائیں، یہاں جو اتنی قتل و غارت گری، قانون شکنی، اغواء، فساد، بے حیائی ہے اللہ تعالیٰ انہیں ختم کرنے کی توفیق دیں۔ اور ہمیں سچا کھرا محمدی مسلمان بن کر جینے کی اور کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی اور ایمان سلامت لے کر دنیا سے اٹھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ زندہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ اپنی یاد کے ساتھ زندہ رکھیں اور جب بھی اٹھائیں تو ایمانِ کامل سے اٹھائیں۔ اے اللہ! ہم سب کو اپنا نام نصیب فرما۔ اپنے نام کی لذت اور شوق نصیب فرما، اپنی یاد کی توفیق عطا فرما، ہم سے وہ کام کرا جن میں تیری رضا ہے، ایسے کاموں سے بچا جو تیری اور تیرے حبیب کی ناراضگی کا باعث ہیں۔ رانا شیر جنگ صاحب مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کے لیے ایک بار سورۃ فاتحہ تین دفعہ قل ھو اللہ شریف پڑھ لیں۔ (حاضرین نے ایصالِ ثواب کیا)۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر دیں۔ ان کے بچوں کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائیں۔ اور اللہ تعالیٰ دین کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اگر کچھ مشکلات ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے خاندان کی مشکلیں آسان فرما دیں۔ حضرت قاضی صاحب کے لیے دل سے دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو، ان کی نسلوں کو قرآن کی خدمت کے قبول فرمائیں۔ اس منزل انوار القرآن کو اللہ تعالیٰ دن دوگنی رات چوگنی ترقی، کامیابی اور برکت دیں، یہ تو بڑے اچھے پیمانے پر شروع ہوا ہے، ابھی میں نے دار العلوم دیوبند کی مثال دی ہے کہ وہاں پہ ایک روپیہ گاڑھے میں باندھ کر خزانے میں رکھا ہوا تھا۔ اپنی ایک اینٹ بھی نہ تھی لیکن آج اللہ نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اسی طرح اللہ اپنے فضل سے اس دار العلوم کو بھی بادِ بہاری بنائیں۔ اے اللہ تو پھلتا پھولتا دکھائیں، یہ چمن صدا اسی طرح پھلتا پھولتا رہے اور ہم سب اور مسلمانوں کی نسلیں آتی جاتی فائدہ اٹھاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ دار العلوم دیوبند، جامعہ ازہر اور جتنے بھی دینی مراکز اور مدارس ہیں اللہ تعالیٰ سب کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں۔ قیامت تک جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ جنہوں نے اس میں حصہ لیا ہے۔ ان کی نجات کا ذریعہ بنائیں۔ اور بھی جنہوں نے اس درس گاہ کو آباد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ترقی درجات کا اسے ذریعہ اور وسیلہ بنائیں۔ اس میں دمڑی پائی پیسہ والے دیے ہیں جس نے جس طرح حصہ لیا ہے، اللہ اس کی نجات کا ذریعہ بنائیں اور اللہ تعالیٰ ان کی آئندہ نسلوں کے لیے بھی اسے ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ آپ کی مشکلیں اللہ آسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا، بے روزگاروں کو روزگار، تنگدستوں کو برکت، مقروضوں کو قرض سے نجات عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دلی آرزوئیں جو لے کر کے آئے ہیں پوری فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ خالی ہاتھ نہ بھجوائیں بلکہ جھولیاں بھر کے واپس بھجوائیں اور کسی کو بھی نامراد اور ناکام نہ بنائیں۔ ہمارے یہ بھائی (عثمان غنی) ہیں، ان کا گھر اجڑا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ پھر سے آباد فرمائیں۔ اور بھی آپ کے جو مسائل ہیں اللہ تعالیٰ حل فرما دیں۔ جو بچے زیرِ تعلیم ہیں اللہ تعالیٰ سب کو کامیابیاں عطا فرمائیں، جو ملازمت کے شائق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ملازمت عطا فرمائیں۔ جو بھی شادیوں کے لائق ہیں اللہ آبادیاں نصیب فرمائیں۔ شادیاں ہوگئی ہیں تو اللہ تعالیٰ نیک اولادیں نصیب فرمائیں، جن کی اولادیں نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ اولادیں عطا فرمائیں۔ جن کو اولادیں دی ہیں اسلام اور مسلمانوں کے وفادار بنائیں، سچا کھرا مسلمان بن کر جینے کی اور اسلام کے نام پر مر مٹنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے مسلمانوں کو ہمیشہ مستعد رکھیں اور آزمائش کا وقت آئے تو اپنے راستے میں صحابہؓ کی طرح قربانیاں دینے کی، مر مٹنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔





دیار غیر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیوالوں کیلئے

پروفیسر محمد امین، انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور

اسلام میں حصول تعلیم کی طرف مسلمان کی توجہ حکماً مبذول کرائی گئی ہے آپؐ کے ارشاد مبارکہ میں فرمایا گیا ہے، علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے کیونکہ علم حاصل کئے بغیر کوئی عمل صحیح طور پر سرانجام نہیں پا سکتا یہاں اشارہ خالصتاً دینی علوم ومعارف کے حصول کی طرف ہے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا ”علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے“ یعنی خواہ سفر کی صعوبتیں درپیش کیوں نہ ہوں، اسلام نے دنیاوی جدید علوم حاصل کرنے پر یا دوسرے علاقوں کی زبانیں سیکھنے پر پابندی عائد نہیں کی کیا ہی اچھا ہوتا اگر مسلمان کا نظام تعلیم جدید علوم کے ساتھ دینی علوم سے مسلمان کو آراستہ کرنا، پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر، ماہرین شہری، منصوبہ بندی وفنی تعمیر، ایڈووکیٹ اور دیگر ماہرین مومن کے بلند درجہ پر بھی فائز ہوئے جیسا کہ ہمارے اسلاف اسلام ابتدائی میں بہترین موجد، تاریخ دان، جغرافیہ دان، علوم طب میں ماہر اور زندگی سے متعدد گوشوں میں ماہرانہ صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔

مسلمانوں کی افاد سلامتی کے لئے دینی حقائق و معارف [illegible] کے ساتھ ساتھ جدید علوم بھی متعارف ہونا ضروری ہے تاکہ وہ غیر مسلموں سے مرعوب نہ ہوں۔ اور اپنے گرد محفوظ دینی ودنیوی حصار سے اپنا تحفظ کر سکیں، اس کے علاوہ مسلمان کی سب سے بڑی اور واضح ذمہ داری آپؐ کے نائب وارث کی حیثیت سے ہے۔ کہ دنیا کے اطراف واکناف میں آپؐ کے اسوہ حسنہ کا مکمل نمونہ بن کر آخری نبی کا پیغام پہنچائے اور دوسروں کی زبان سیکھ کر ان کی زبان میں اسلام کی عظمت سے انہیں رُوشناس کرلئے، ہمارے اسلاف کے مقابلہ میں حالانکہ یہ بھی ثانوی درجہ کی کمتر بات ہوگی، وہ آپؐ کے دار فانی سے تشریف لے جانے کے بعد دنیا عالم پر چھا گئے اپنے بہترین نمونہ و اسوہ سے بجائے ان کی زبان سیکھنے کے عربی زبان سیکھنے پر ان کو مجبور کر دیا تقریباً چودہ سال گزرنے کو ہیں، کہ جہاں جہاں ان کے قدم مبارک پہنچے، آج تک وہاں عربی سرکاری وملی زبان ہے اور اسلامی تہذیب و کلچر کی گہری چھاپ نمایاں ہے

کفر اور غیر مانوس عنصر ہمیشہ کثرت سے اسلام کے مدمقابل رہا ہے اور اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے برسر پیکار ہے، دنیا کی موجودہ آبادی میں بھی مسلمانوں کا حصہ ۲۰ فیصد سے زیادہ نظر نہیں آتا ۸۰ فی صد دنیا کی آبادی خواہ کسی تہذیب سے تعلق رکھے، کفر واحد ملت ہی کے تحت ہے اور جہاں کہیں موقعہ ملا ہے اگر اسلام مٹا یا نہیں تو مسلسل مسلمانوں کو بے عمل کرنے کے لئے ایسے ایسے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے ہیں اور ایسے انداز اختیار کئے گئے ہیں کہ مسلمان ان کا خصوصی شکار بنا اور بنتا چلا جا رہا ہے،

اسلامی تربیت اور دینی علوم کا مقصد مسلمان کے اندر یہ صلاحیت اور بیداری پیدا کرنا ہے، کہ اس کو اللہ تعالٰی کی معرفت حاصل ہو سکے، اور وہ اپنی پیدائش کے مقاصد اعلٰی کی ذمہ داریوں سے جو عبادات پر مشتمل ہیں قرآن حکیم کی تعلیمات اور آپؐ کے مبارک اسوہ حسنہ کے مطابق باحسن طریقہ سے عہدہ برآ ہو سکے، غیر اسلامی تہذیبوں کا وسیع اختلاط اور تفریحات کی نئی طرز سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تعلیم کا محض مقصد معاشی استحکام کی ضمانت ہے، خواہ اس کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کا سہارا بھی ساتھ ساتھ کیوں نہ لینا پڑے، اور معصوم بچوں کی پاکیزہ زندگیاں بھی دوسروں کے ماحول کی بھینٹ کیوں چڑھ جائیں

غیر مسلم اجتماعی کوششوں میں جتنا تعلیم کا موجودہ نظام وضع کر کے کامیاب وکامران ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی اور حربے

سے مسلمان پر کاری ضرب نہیں لگائی جا سکتی تھی، مسلمان کی پیدائش سے لے کر قبر تک معاشی استحکام کے گرد ساری کاوشیں گرد کر رہی ہیں آپ کا اُسوہ حسنہ بشکل صورت اسلامی وضع لباس اور سیرت مسلمان کی زندگی سے توجہ حصول تعلیم خارج ہے، مسلمان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اپنے محسن نبیؐ سے کتنا دور ہٹتا چلا گیا ہے، اور اس کے لئے اس کو کیا کرنا چاہیئے

غیر مسلم ممالک ہر سال اعلےٰ تعلیم کے وظائف کا اعلان کرتے ہیں. ان کو حاصل کرنے کے لئے مسلمان ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں جائز و ناجائز حربے استعمال میں لانے سے گریز نہیں کیا جاتا، مقصد اس سے صرف یہ ہوتا ہے کہ اعلےٰ تعلیم سے اعلےٰ ملازمت ملے گی، معیار زندگی بلند ہوگا، زندگی عیش و عشرت سے گزرے گی، وظائف دینے والے ممالک کا مقصد درپردہ مسلمانوں کو اپنی تہذیب میں ڈھالنا اور بے عمل کرنا ہوتا ہے، غیر مسلم ممالک دنیا میں صنعتی انقلاب کے بعد امیر ترین تصور ہوتے ہیں. اور بلند ترین معیار زندگی رکھنے کے داعی ہیں، حتی کہ اہل کتاب کی مذہب سے بالاتر تمام توجہ دنیاوی سطح پر مرکوز ہے مسلمان بحیثیت پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر، ایڈوکیٹ، دیگر ماہران کبھی دینی تعلیم کے لئے سرگردان نظر نہیں آئے گا کہ اس نے بعد میں جامعہ ازہر، مدینہ یونیورسٹی وغیرہ کا رخ کیا ہے جو اس کا بین ثبوت ہے کہ معاشی استحکام کا حصول ہی اس کا مطمع نظر ہے

قارون کی دولت کے ممالک

کچھ وظائف اگر مسلم ممالک کے لئے وقف کر دیں تو ان کو کسی طرح کا مالی نقصان نہیں ہوتا، وہ وظائف مشروط ہوتے ہیں اور سارے کے سارے دوران تعلیم انہیں کے ہاں خرچ ہو جاتے ہیں آپ اس عرصہ میں ان کی تہذیب میں قریب تر رہ کر ایسے رنگے جاتے ہیں کہ زندگی کی بعض اوقات بعض حالتوں میں اقدار ہی اسلام سے غیر متماثل قرار پا جاتی ہیں اگر بازار سے پکی چیزیں کھاتے ہیں، تو وہ غیر اسلامی انداز سے تیار کی ہوتی ہیں جیسے جھٹکے کا گوشت جو اسلامی قوانین کے خلاف ہوتا ہے کھایا جاتا ہے، پھر پکانے میں وہی برتن جن میں خنزیر کا گوشت پکایا جاتا ہے انہیں میں باقی چیزیں تیار ہوتی ہیں اگر آپ صحیح گوشت اسلامی طریقہ پر ذبح کئے ہوئے جانور کا حاصل کرنا چاہیں تو اسی چھری سے جس سے خنزیر یا دوسرے جانوروں کا گوشت کاٹا جاتا ہے. سے وہ گوشت کاٹ کر دیا جائے گا

اگر آپ کسی غیر مسلم کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، اور باورچی خانہ مشترک ہے، تو فرج میں خنزیر کا گوشت، شراب کی بوتلیں پڑی ہیں، اور ساتھ ہی آپ کی ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہیں، جو ایک دوسرے کے جراثیم سے متاثر ہوتی رہتی ہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ بھی رہتی ہیں باورچی خانے کے برتنوں میں صاحب خانہ خنزیر اور دوسری غیر اسلامی چیزیں تیار کرتا ہے، انہی برتنوں میں مسلمان اپنے کھانے تیار کرتا چلا جاتا ہے، پھر وہی چھری استعمال کرتا ہے. جو باورچی خانہ میں ہے، پھر وہ بھی انگریز کی طرح باورچی خانہ میں میز کرسیوں پر کھانا کھاتا ہے، جو آپؐ کی سنت کے

بہشت میں کوئی درخت نہیں

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت میں کوئی درخت نہیں ہے۔ اس میں خود درخت لگاؤ۔ یاروں نے عرض کیا کہ ہم کس طرح درخت لگائیں۔ فرمایا کہ تسبیح، تحمید اور تحلیل کے ساتھ یعنی سبحان اللہ کہو یا لا الٰہ الا اللہ اس کے عوض جنت میں درخت تمہارے لئے لگ جائے گا۔

خلاف ہے، سنت دری پر بیٹھ کر دستر خوان بچھا کر دونوں گھٹنے اٹھا کر، یا دایاں گھٹنہ اٹھا کر، یا نماز میں تشہد کی حالت کی طرح میں بیٹھ کر کھانا ہے ان میں سے کوئی طریقہ بھی اس سے حاصل نہیں ہوتا، مسلمان فارغ ہو کر وطن واپس لوٹ کر میز کرسی پر کھانے کی اپنے ملک میں بھی یہی رسم جاری کرتا ہے.

وہاں پر سگریٹ بھی شراب کی آمیزش سے تیار کئے جاتے ہیں جن سے سگریٹ کے رسیا لطف اندوز ہوتے ہیں، اور وطن واپس لوٹ کر تمتر پر گزر اوقات محال ہو جاتی ہے.

مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط بھی مسلمان کے اخلاق انحطاط کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے جب وطن واپس لوٹتا ہے تو پھر انہیں نظریات کا پرچار کرتا ہے، جو اسلام کی تعلیم و روایات کے مخالف ہوتے ہیں، اور پردہ جو اسلامی شعار ہے. خلاف ورزی ہوتی ہے حضرت عائشہؓ جب آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے روضہ مبارک پر تشریف لائی تھی، تو عمرؓ کے روضہ سے پردہ فرماتی تھیں، اور اندھوں سے بھی پردہ کرتی تھیں اگرچہ اندھا تو نہیں دیکھ سکتا

تھا مگر خود بھی نہ دیکھتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں عورتوں سے بیعت لیتے تھے،

آتے وقت کار، ٹیلیویژن، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ایرکنڈیشنز اور دیگر چیزیں لانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس سے دنیا کی طرف رغبت شدت اختیار کرتی ہے ان چیزوں سے رشتہ داروں میں اور اہل محلہ میں حسد پیدا ہوتا ہے اور ان کی دوڑ دھوپ میں اضافہ ہو جاتا ہے یہ ایسا شیریں زہر ہے کہ اپنے وسیع تر زیر اثر معاشرہ کو دیار غیر کے جراثیم سے ملوث کرتا چلا جاتا ہے۔

انگریزی شکل اور انگریزی لباس جس کی اس کو بچپن سے انگریزی نظام تعلیم سے تربیت ملی تھی کی چھاپ اور گہری ہوتی چلی جاتی ہے اپنے آنے والی نسلوں کے لئے قیامت تک غیر اسلامی اسوہ کی روایات کا عملی نمونہ قائم کر جاتا ہے جس پر نسل در نسل بلا تحقیق چلتی چلی جاتی ہے۔ جب کہ تمام انبیاء علیہ السلام کا شعار داڑھی ہے ۱

تمام اصحابہ اکرام رضؓ تمام اولیاء اکرام رحؒ اور تمام علماء کرام کا یہی طریقہ ہے اسلامی لباس پاجامہ جو حضرت عثمان رضؓ نے بوقت شہادت پہنا ہے یا تہ بند اور گھٹنوں تک لمبی قمیض ہے سر پر پگڑی اور نیچے ٹوپی ہے تہ بند، پاجامہ، شلوار، وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھے جاتے تھے یہ ان سب شعار کی مخالفت کرتا چلا جاتا اور پھر اسلام کی مخالفت میں اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے میں بے محل دلائل کا سہارا تلاش کرتا ہے

اسلام نے دوسرے ممالک میں جانے سے نہیں روکا نہ جدید تعلیم حاصل کرنے روکا ہے نہ معاہدوں اور تجارت سے روکا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ آخری نبی ہیں پوری امت کی ڈیوٹی ہے، کہ آپؐ کے مشن پر خود عمل پیرا ہو اور اس کے پورے عالم میں داعی کی حیثیت سے پھیلائے، بیرون ملک انجینئرنگ، طب، فنون تعمیر اور ماہرانہ تربیت حاصل کرے مگر اسلام کے ساتھ نسبت تامہ کے ساتھ، صحابہؓ اور تابعین کی کامیابی اس میں تھی کہ وہ آپؐ کے اسوہ حسنہ کے کامل نمونہ ہوتے تھے، اپنا اثر ڈالتے تھے، مگر دوسروں کا نہیں لیتے تھے

صرف انداز بدلنے کی ضرورت ہے۔

اور اس میں قربانی درکار ہے اور بغیر قربانی دنیا کی کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے جائیں، تو اسوہ حسنہ کا عملی نمونہ بن کر جائیں، تعلیم کے بعد سند تکمیل حاصل کریں، اور ان کو ایسا ماحول مہیا کریں جو اسلامی ہو، اور اسلام کی عظمت سے روشناس کرائیں انہیں اسلامؐ سے نسبت پیدا ہو جائے

صلح حدیبیہ میں مشرکین مکہ نے یہ شرط لگا دی تھی کہ اگر ہمارا آدمی مدینہ جائے تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان مکہ میں محصور ہو جائے تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا، یہ شرط بظاہر تو اصول کے خلاف تھی، مگر آپ جانتے تھے، مسلمان مکہ میں مشرکین کو اپنے کردار سے متاثر کرے گا مشرک اسلام قبول کریں گے، اور یہ خود متاثر نہ ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا جو پکڑا گیا اس کو پابند سلاسل کیا گیا، اور جو ان پر محافظ مقرر کئے گئے وہ اس کا کلمہ سن کر مسلمان ہو گئے اور ان کو یہ شرط مہنگی پڑی۔

لہذا آپ کی شکل اسلامی ہو، داڑھی ہو، انگریزی بال نہ ہوں بلکہ پٹے ہوں یا برابر بال کٹے ہوئے ہوں، مونچھیں کٹی ہوئی ہوں۔ لمبا کرتا ہو، پاجامہ یا سلوار ٹخنوں سے اوپر ہو، سر ننگا نہ ہو، نماز روزہ کی پابندی ہو، بازار سے پکی یا تر چیز نہ کھائی جائے، آپ کے کھانے پکانے کے مکمل برتن علیحدہ خود خریدے جائیں اور اپنے سوا کسی کو استعمال نہ کرنے دئے جائیں، ان کی فرج استعمال نہ کی جائے، غیر محرموں سے اختلاط نہ کیا جائے، نظریں نیچی رکھی جائیں ساتھیوں کو اسلام کی عظمت سے متعارف کرایا جائے سامان تعیش سے پرہیز کیا جائے، مالی استحکام سے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی جائے، اور اسلامی مصارف میں حصہ لیا جائے،

اگر اس انداز سے تعلیم کا مقصد متعین کر لیا جائے، اطراف و اکناف عالم میں آپ کے مشن کو آگے بڑھایا جا سکے گا، اعلیٰ تعلیم بھی حاصل ہو جائے گی، جس سے ملکی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا ہو سکے گا

غیر مسلم کی مخالف کوششوں پر پانی پھر جائے گا، غیر مسلم قیامت کے دن امت محمدیہ کے خلاف اللہ تعالیٰ کی عدالت عظمیٰ میں دعویٰ نہیں کر سکیں گے، کہ کسی نے ہمیں اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا، مسلمان دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا، جب آپ کو آئندہ امت کا اعمال نامہ دکھایا جائے گا تو آپ کی روح مبارک مزید تسکین حاصل کرے گی، اور پاکستان نظام اسلام کی برکات سے مستفید ہوتا چلا جائے گا،

بقیہ : درس حدیث : صفحہ ۲ سے آگے

یے جتنا پانی استعمال کرتے ہیں اتنے سے غسل ہو سکتا ہے اور گرمیوں میں تو وضو کے لیے اتنا پانی استعمال کرتے ہیں جس سے کئی مرتبہ انسان غسل کر سکے۔

شریعت نے ہر معاملہ میں حد بندی کی ہے۔ یہاں تک کہ وضو اور غسل کے پانی کے لیے بھی حد بندی ہے جو حضورؐ نے اپنے قول و ارشادات سے کی۔ ایک پیمانہ ہوتا ہے جس کو "مُد" کہتے ہیں۔ یہ اصل میں وزن کا نہیں بلکہ ماپنے کا پیمانہ ہے۔ آپ نے دیہات میں دیکھا ہوگا کہ جب گندم ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ تو جو پیمانہ استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ایک صاع دو صاع وغیرہ۔ اصل میں "مُد" ایسا پیمانہ ہے جس میں اناج وغیرہ ڈال دیا جاتا ہے لیکن اس میں جو اناج آتا ہے وہ تقریباً ایک سیر ہوتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہُوا کہ حضورؐ ایک سیر پانی سے وضو فرماتے تھے اور چار سیر یا اس سے تھوڑا زائد پانی لے کر غسل فرماتے۔ لیکن عام طور پر آپ چار سیر ہی پانی استعمال فرماتے۔ بعض آپ پانچ سیر پانی سے غسل فرماتے۔

ہم وضو اور غسل کے لیے کتنا پانی استعمال کرتے ہیں اس میں محتاط ہونا چاہیے۔

عن معاذؓ

حدیث میں اس مسئلہ کا بیان ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں پر غسل واجب ہے اور پانی کا برتن ٹب ایسا ہے جس سے پانی لے کر پہلے میاں غسل کرے اور بعد میں بیوی غسل کرے تو یہ درست ہے۔ ایک شخص پر اگر غسل واجب تھا اس نے غسل کر لیا اور کچھ پانی بچ گیا تو غسل واجب کے باقیماندہ پانی سے دوسرا شخص غسل نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ درست ہے کہ ٹب یا بالٹی پانی کی رکھی ہوئی ہے میاں بیوی دونوں غسل کرتے ہیں اور ایک ساتھ پانی لیتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ غسل فرماتے تھے اور بعض اوقات میں اور آپ دونوں ایک ہی بڑے برتن سے اکٹھے پانی لے کر استعمال کرتے۔ حضورؐ جلدی جلدی غسل کے لیے مجھ سے پانی لیتے تو میں عرض کرتی۔ میرے لیے بھی تو کچھ پانی چھوڑیئے، میرے لیے بھی تو کچھ پانی چھوڑیئے۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ اگر امہات المومنین دین کے مسائل کو کیوں کر بیان نہ کرتیں تو دین کے مسائل ادھورے رہ جاتے اور ہم کبھی نہ سمجھ جاتے۔ یہ ان کا کس قدر امت پر احسان ہے کہ ہر ایک مسئلہ انہوں نے وضاحت سے بیان فرما دیا۔

ماضی، حال، مستقبل

انسان حال کے زمانہ کی قدر نہیں جانتا ہمیشہ شاکی رہتا ہے۔ ماضی کو اچھا کہتا ہے مگر جب حال گذر جاتا ہے اور استقبال آتا ہے پہلے زمانے کی خوبی اور نئے کی بدی کا امتحان اس کو ہو جاتا ہے پس طالبان وقت کو چاہیئے کہ ماضی کو گیا گذرا جانیں، حال کی حالت غنیمت جانیں۔ استقبال کا خیال جس کا دریافت کرنا محال ہے دل سے دور کر دیں۔

غنیمت حال کو سمجھیں ہمیشہ
ہو بد یا نیک تیرے حال کا حال
گیا گذرا ہوا جو وقت گذرا
ہے کیا معلوم استقبال کا حال

مرسلہ: عتیق احمد عتیقی بھکر۔



ہمارے حکمران

انتظار حسین اسعد

عزیز بچو!

آج کا دور ایک سائنسی دور ہے ایٹمی آلات استعمال کئے جا رہے ہیں۔ عام ملکوں میں جمہوریت ہے جمہوریت میں عوام کی حکومت ہوتی ہے ان ہی کے منتخب کردہ نمائندے حکمرانی کرتے ہیں حکمران کا اولین مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی کام رعایا کی مرضی کے خلاف نہ کرے بلکہ ہمیشہ ان کی فلاح و بہبود کی کوشش کرے اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھے۔ دوسری قوموں کے مقابلے میں مسلمان قوم میں یہ عنصر نمایاں نظر آتا ہے کہ مسلمان حکمران رعایا کا بہت خیال رکھتے تھے۔ عدل و انصاف، امن و امان اور مساوات کو قائم رکھنا ان کا اولین مقصد ہوتا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رعایا کا اس قدر خیال تھا کہ جب آپ نے فتنہ پرداز لوگوں پر لشکر کشی کا حکم فرمایا تو ساتھ ہی ایک اعلان بھی جاری فرمایا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے اسے کچھ نہ کہا جائے۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر تلوار نہ اٹھائی جائے۔ جس بستی کے لوگ اذان پکاریں ان کو مسلمان سمجھا جائے اور ایذا نہ پہنچائی جائے۔

اسی طریقہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد حکومت بھی مسلمانوں کا زریں عہد کہلاتا ہے۔ ان کی رعایا پروری مشہور زمانہ ہے چنانچہ بستر مرگ پر آپؓ نے ایلیا کے عیسائی باشندوں کے نام جو وصیت فرمائی اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"ان کے گرجوں میں
سکونت اختیار نہ کی جائے
ان کے گرجوں اور
صلیبوں کو مسمار نہ کیا جائے
انہیں اس بات کی آزادی
ہوگی کہ یہ اپنا ساز و سامان
لے کر یہاں سے چلے جائیں۔"

آپ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو رعایا کا اس قدر خیال تھا کہ جب لوگوں نے کہا کہ آپ فتنہ پرداز لوگوں پر لشکر کشی فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں کسی مسلمان کا خون بہانا نہیں چاہتا۔

پھر خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی رعایا کا بہت خیال کیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ آپ سرکاری کام کر رہے تھے قریب ہی ایک چراغ جل رہا تھا۔ ایک شخص باہر سے آیا اور کہنے لگا۔ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ آپ نے فرمایا ذاتی کام ہے یا سرکاری؟ جواب ملا کہ ذاتی کام ہے۔ اس پر آپ نے چراغ گل کر دیا۔ اور اندھیرے میں ہی اس سے گفتگو کرتے رہے۔

عزیز بچو! اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کے طرزِ حکومت کی یاد تازہ ہو گی۔ اسی وجہ سے آپ کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

مغلیہ خاندان میں اکثر بادشاہ بہت رعایا پرور گذرے ہیں۔ جہانگیر نے تو دادرسی کے لیے محل سے باہر زنجیر لٹکا رکھی تھی کہ فریادی بآسانی انصاف طلب کر سکے۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ اس خاندان میں نمایاں حکمران نظر آتا ہے۔ آپ بیت المال سے ایک پائی بھی نہیں لیتے تھے بلکہ قرآن پاک کی کتابت کر کے روزی کماتے تھے۔ آخر میں حکومت سے گذارش کریں گے۔ خلفائے راشدین جیسی رعایا اور قوم کی خدمت کریں۔ اور عوام کی رقم اپنی ذاتی غرض کے لیے استعمال نہ کریں بلکہ رعایا کی خدمت میں صرف کی جائے تاکہ رعایا بھوک و پیاس اور افلاس و تنگدستی سے محفوظ رہ کر سکون اور آرام کی زندگی گذاریں۔

تعارف و تبصرہ

نئی دنیا (امریکہ) میں صاف باتیں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حضرت امیر المومنین سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ کے خانوادہ کے چشم و چراغ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو جیسی درسگاہ کے مہتمم اور عالمِ اسلام کے مایہ ناز مفکّر و مصنّف ہیں۔ آپ نے متعدد کتابیں لکھیں جن کے مختلف زبانوں میں ایڈیشن مختلف ممالک میں شائع ہو کر قبولیتِ عامہ حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کی کتابیں بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں۔ یعنی تاریخ و تذکرہ اور دعوت و تبلیغ! اور بلاشبہ ان دونوں موضوعات کے آپ آج امام اور قلم کے دھنی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب موصوف کی ان اہم تقاریر و خطبات کا فکر انگیز مجموعہ ہے جو آپ نے مئی جون ۷۷ء میں امریکہ و کینیڈا کے مختلف شہروں اور جامعات میں کیں۔

یہ دورہ امریکہ کی مشہور تنظیم ایم۔ ایس۔ اے کی دعوت پر ہوا۔ بنیادی مقصد تنظیم کی سالانہ کانفرنس منعقدہ "بلومنگٹن" میں شمولیت تھی جبکہ بعد میں اور مقامات پر بھی جانا ہوا اور اس طرح موصوف "نئی دنیا" کے اہم ترین شہروں میں تشریف لے گئے۔ دو ماہ کے اس دورہ میں مجموعی طور پر ۲۰ تقریریں ہوئیں جن میں سے نصف عربی زبان میں اور نصف اردو زبان میں کی گئیں۔ امریکہ کی پانچ مشہور یونیورسٹیوں کولمبیا یونیورسٹی (نیویارک) ہارورڈ یونیورسٹی (کیمبرج) وئرائٹ یونیورسٹی (آن آربر) جنوبی ... کیلیفورنیا یونیورسٹی (لاس انجلس) اور اوٹا یونیورسٹی (سالٹ لیک سٹی) میں آپ نے خطاب کئے۔ مختلف جامع مساجد میں جمعہ کے خطبے دئے۔ افسوس کہ اس دورہ کی تمام ٹیپ شدہ تقریریں بر وقت میسر نہ ہو سکیں۔ تاہم جتنی کچھ میسر آئیں وہ ہفت روزہ تعمیرِ حیات لکھنو کے مدیر شہیر مولوی اسحاق جلیس ندوی صاحب کی کوشش سے مرتب ہو کر تعمیر حیات میں شائع ہو گئیں۔ ٹیپ سے منتقلی کا فریضہ دارالعلوم ندوہ کے ایک ہونہار طالب علم سید مشتاق علی بھوپالی نے انجام دیا۔ اسحاق جلیس صاحب نے عام اور ذیلی عنوان قائم کر کے ان سے استفادہ کو اور آسان اور سہل بنا دیا ہے۔

بہرحال اس مجموعہ کی تقاریر اپنے اندر ایک سوز رکھتی ہیں پیغام رکھتی ہیں اور وہ پیغام یہی ہے کہ مسلمان اپنا مقام اور پیغام پہچانے کہ اس کے بغیر وہ اپنی عظمت رفتہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ایک تقریر "امریکہ میں مجھے کیا ملا کیا نہیں ملا" بڑی معرکہ کی تقریر ہے جس میں مولانا نے امریکی معاشرہ کو خوب خوب جھنجھوڑا ہے اور اسے اصلیت کی طرف لوٹنے کی دعوت دی ہے۔ یہ مجموعہ لکھنؤ کے بعد حال ہی میں کراچی سے شائع ہوا ہے اور اس کے شائع کرنے والے جناب مولانا فضل ربی ندوی ہیں جو مولانا کی پاکستان میں تمام کتب کے باقاعدہ ناشر ہیں۔ انہوں نے روایتی خوبصورتی کے ساتھ کتاب شائع کر دی ہے جس کی وجہ سے اس کا ظاہری حسن دوبالا ہو گیا ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ دین سے بیزار طبقہ کو زیادہ سے زیادہ پڑھائی جائے اور اس کی بکثرت اشاعت کی جائے کہ اس کا مقصد انسان کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد دلانا ہے۔ دس روپے میں کتاب مجلس نشریات اسلام ۱-کے-۳ ناظم آباد کراچی ۱۸ سے دستیاب ہے۔

مقالاتِ طیبہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے گرانقدر مضامین و تقاریر کا یہ مجموعہ ۲۰×۳۰/۱۶ کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ علاوہ ظاہری خوبیوں کے اس مجموعہ کی اصل خوبی یہ ہے کہ "حکیم الاسلام" نے اپنی زبان گہربار سے چند عنوانات پر علوم و معارف کے دریا بہا دئے ہیں۔ پہلی تقریر "اسلام عالمی مذہب ہے" کے عنوان سے ہے جبکہ دوسری دارالعلوم

دیوبند کے اساسی اصولوں اور جنگ آزادی میں اس کے کردار پر ہے۔ تیسری تقریر علم و حکمت کے عنوان سے ہے۔ اور آخر میں دو خالص علمی سوال ہیں جن کے قاری صاحب نے مفصل جواب تحریر فرمائے ہیں —— حقیقت میں ہر تقریر اتنی جامع ہے کہ اسے اپنے عنوان پر معرکہ کی چیز کہا جا سکتا ہے۔ جن لوگوں نے موصوف کی تقاریر سنی ہیں وہ جانتے ہیں کہ آپ کس پایہ کے خطیب ہیں مطبوعہ تقریروں میں وہ رنگ نمایاں ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ مرتب حضرات نے بڑی محنت کے ساتھ تقاریر کو ترتیب دیا ہے۔ مذہب بیزاری کے اس دور میں پہلی تقریر اس قابل ہے کہ اسے بکثرت پھیلایا جائے۔ اور تاریخی تحریف کے فتنہ کی مناسبت سے دوسری تقریر ایک مثال آپ اور دیوبند کی سچی تصویر ہے۔ ادارہ اسلامیات لاہور نے یہ گرانقدر مجموعہ چھپوا کر احسان عظیم کیا ہے۔ اللہ جزائے خیر دے۔

قیمت چھ روپے ہے جو بالکل واجبی ہے۔

شہادتِ کائنات

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی علیہ الرحمہ کا یہ مختصر رسالہ جو ادارہ اسلامیات لاہور سے ۹۰ پیسہ میں دستیاب ہے میں آپ نے تاریخ کی معتبر کتابوں سے وہ شہادتیں جمع کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانوں میں نبی امی علیہ السلام کی نبوت و حقانیت پر غیر ذی شعور چیزوں کے ذریعے خرق عادت کے طور پر ظاہر فرمائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام پر جہاں کروڑوں انسان ایمان لائے اور آپ کو اپنا مقتدی و ہادی یقین کیا وہاں غیر ذی شعور چیزوں میں ایسی چیزوں کی کمی نہیں جن کے ذریعہ اللہ نے یہ گواہی دلائی یہ رسالہ دلچسپ بھی ہے اور تاریخ و سیرت کا عجیب و غریب خزانہ بھی۔ بقامت کہتر بقیمت بہتر اس رسالہ کی بکثرت اشاعت دردِ دل مسلمان فرما سکیں تو اس میں دوسروں کے ساتھ ساتھ خود ان کا اپنا فائدہ ہوگا۔ اور ذات رسالت مآبؐ سے عقیدت و محبت کا نقش قائم ہوگا۔

فلم، اسلام کی نظر میں!

سینما جسے اقبال مرحوم نے بت فروشی و بت گری، تہذیب حاضر کی سوداگری اور دوزخ کی مٹی کہا۔ آج ہمارے معاشرہ کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ اب اس سے آگے بڑھ کر ٹی وی وغیرہ کے ذریعہ یہ لعنت محلوں، گلیوں اور مکانوں تک جا پہنچی ہے اس کے ذریعہ آنکھ چل کر جو نتائج سامنے آتے ہیں اس کی ایک جھلک پچھلے دنوں کے ڈاکہ سے دیکھی جا سکتی ہے جو فلم سٹاروں کے گھر میں ڈالا گیا اور جس میں کالج کے "حسین چہرے" شامل تھے۔

مولانا بشیر احمد نے یہ کتاب لکھ کر بڑی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے اور سینما اور اس کے متعلقات پر کافی حد تک قرآن و حدیث اور حقائق و واقعات کے ذریعہ روشنی ڈالی ہے۔ اس رسالہ کی جتنی زیادہ اشاعت ہوگی اتنا زیادہ فائدہ ہوگا اور بالخصوص نسل نو اس لعنت سے بچ سکے گی۔ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ اور رسول پورہ گلی ۲ صدیقی مسجد گوجرانوالہ سے پونے چار روپے میں دستیاب ہے ہم اس کے مطالعہ کی زبردست سفارش کرتے ہیں۔ (اسعد رحمانی)

ذہانت

حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک رات آپ مدینے کی گشت پر نکلے آپؓ نے دیکھا کہ ایک خیمے میں آگ جل رہی تھی آپؓ ٹھہرے اور ان کو یا اھل الضوء (اے روشنی والو) کے الفاظ سے پکارا۔ اور آپؓ نے ان کی کراہت کی کہ ان کو یا اھل النار کہہ کر پکاریں اگرچہ ان کے لفظی معنی اے آگ والو بھی برمحل تھے مگر قرآن میں دوزخیوں کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، اور یہ آپ کی بڑی ذکاوت کی دلیل ہے

عدل عالمگیری

سب سے بڑا کام جس سے شاہد دنیا ہے اسلام کی تاریخ خالی ہے۔ یہ ہے کہ اگر بادشاہ وقت کے مقابلہ میں کوئی دادرسی چاہے تو نہ اس کی مجال تھی نہ اس کا کوئی قاعدہ تھا۔ عالمگیرؒ نے ۱۰۸۲ھ میں یہ فرمان نافذ کیا کہ تمام اضلاع میں سرکاری وکیل مقرر کیے جائیں اور عام منادی کرادی جائے کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعویٰ ہو پیش کرے اور سرکاری وکیل اس کی جواب دہی کرے اور اگر اس کا حق ثابت ہو تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرے۔ (شبلی نعمانیؒ)

ہماری کامیابی کا راز قرآنی تعلیمات کو اپنانے میں مضمر ہے

تعلیم القرآن سوسائٹی کا

لاہور کا جلسہ تقسیمِ اسناد

رپورٹ: ظہیر میر

لاہور میں چند مخیر حضرات نے مل کر تعلیم القرآن سوسائٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے جس کی نگرانی میں لاہور کے مختلف علاقوں میں متعدد قرآنی مکاتب کام کر رہے ہیں۔ ان مدارس میں سے بعض مقامی طور پر خود کفیل ہیں۔ جبکہ بعض کے اخراجات سوسائٹی برداشت کرتی ہے۔ سوسائٹی کے نظام تعلیم میں قرآن حفظ و ناظرہ کے علاوہ بنیادی ضروری تعلیم کا خاطر خواہ اور معقول انتظام ہے۔ نیز ایک انسپکٹر کا انتظام ہے جو باقاعدگی سے مدارس میں جاتا اور ان کی کارکردگی کا جائزہ لیتا ہے۔

۲۰ جون ۸۷ء بروز جمعہ صبح ۸ بجے سوسائٹی کا جلسہ تقسیم اسناد مسجد خضراء سمن آباد میں منعقد ہوا جس کی صدارت سوسائٹی کے سرپرست حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہم نے کی۔ اس موقعہ پر جناب قاری محمد ظریف صاحب صدر سوسائٹی نے تلاوت اور مختصر تقریر سے حاضرین کو محظوظ فرمایا، جبکہ سٹیج سیکرٹری محمد سعید الرحمٰن علوی مدیر ہفت روزہ خدام الدین نے نہ صرف تمام نظام کو بطریق احسن کنٹرول کیا بلکہ مختصر تقریر میں قرآن پاک کے فضائل اور اس سلسلہ میں سوسائٹی کے حضرات کی محنت کی تعریف بھی کی۔

اس تقریب میں سوسائٹی کے مختلف مدارس کے طلبہ نے تین قسم کے انعامی مقابلوں میں حصہ لیا، جن میں حسنِ قرأت، تقاریر اور مکالمہ مسائل کے مقابلے شامل تھے۔

ہر سہ مقابلوں میں منصف کے فرائض صدر سوسائٹی قاری سید محمد ظریف صاحب نے سرانجام دئے جن کے مطابق قرأت میں قاری غلام اللہ مسجد کبریٰ سمن آباد، محمد معصوم جامعہ رحمانیہ شاہدرہ اور عبدالودود مسجد خضریٰ سمن آباد بالترتیب اول، دوم اور سوم آئے۔ تقریری مقابلہ میں محمد آصف جامعہ رحمانیہ شاہدرہ، ممتاز فتح اللہ خاں مسجد خضراء اور فضل الٰہی مسجد فیض نہرو پارک اول، دوم اور سوم انعام کے مستحق قرار پائے۔ جبکہ مکالمہ مسائل میں محمد ارشد، محمد متین مدرسہ حنفیہ نہرو پارک اول، عقیل سرور، عظمت منظور مسجد خضریٰ دوم اور محمد فاروق، محمد واجد مدرسہ ڈھولنوال سوم آئے۔ ان عزیز طلبہ میں حضرت مولانا عبیداللہ انور نے اپنے ہاتھوں کتابوں کی شکل میں انعام تقسیم فرمائے۔ بعض دوسرے طلبہ میں بھی انعام تقسیم ہوئے جو امتحانات میں امتیازی طریق سے کامیاب ہوئے تھے اور تمام کامیاب طلبہ کی سندات الگ الگ لفافہ میں بند کر کے متعلقہ مدرسہ کے انچارج کے سپرد کر دی گئیں۔

اس مختصر اور پُر وقار تقریب میں سوسائٹی کے سیکرٹری جناب حاجی ظہیر الدین صاحب نے مختصر کارکردگی پیش کی اور قارئین سے اپیل کی کہ وہ مدارس میں اپنے بچے بھیج کر انہیں قرآنی تعلیمات سے روشناس کرائیں کہ سوسائٹی کے ساتھ یہی سب سے بڑا تعاون ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے قرآنی مکاتب ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے۔ کیونکہ انہیں سے نسل نو کی تعمیر فکر کا کام صحیح طریقہ سے ہوتا ہے اور پھر قرآن ہی وہ کتاب ہے جس کے پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین و آخرت کی سربلندی و سرخروئی کا وعدہ فرمایا ہے۔

مادیت کے اس دور میں اپنے اوقات اور سرمایہ کو اس قسم کے نیک مقاصد میں لگانے والے مستحق تبریک ہیں۔ اسی وجہ سے ہر بیرونی مہمان نے سوسائٹی کی خدمات کو سراہا اور سوسائٹی کے حضرات بھی مطمئن تھے کہ اللہ نے ان سے یہ کام لیا اور وہ پُر امید تھے کہ عام مسلمان اس سوسائٹی کے ساتھ ہر نوع کا تعاون کریں گے تاکہ قرآنی تعلیم کا سلسلہ گھر گھر پھیل سکے۔

علماء وطلباء سے

داخلہ* اعلان

یکم شعبان المعظم

کے لئے

آخر رمضان المبارک تک

حسب سابق امسال بھی مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں

نہایت ہی شان وشوکت سے دورۂ تفسیر قرآن پڑھایا جائے گا۔

مجدد ملت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر مع ربط الآیات کریمہ محققانہ انداز میں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

تفسیر قرآن حکیم پڑھائیں گے

فارغ ہونے والے طلبہ میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، قاری محمد طیب صاحبؒ

اور حضرت لاہوریؒ کی دستخط شدہ اسناد تقسیم کی جائیں گی۔

طلباء کے لیے قلم دوات، کاغذ، قیام وطعام وغیرہ کا انتظام بذمہ مدرسہ ہوگا،

داخلہ داخلہ کیلئے فوراً دفتر انجمن خدام الدین سے رابطہ قائم کریں!

المعلن: ناظم انجمن خدام الدین لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱: لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G1931 مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ء ۲: پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC-224-2281 مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
۳: کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری 20767/9/39-A-398 مورخہ ۲۴ اگست سنہ ۶۴ء ۴: راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو GM/40-15310 مورخہ ۳ مارچ سنہ ۶۶ء